مجاہد اسلام عالم ربانی مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

کی

شہرۂ آفاق و معرکۃ الآراء کتاب

تقویۃ الایمان

مقدمہ / تعارفِ مصنف / حواشی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 7321118

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنی عمر کے اخیر دور میں مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے، انہوں نے اپنے انتقال سے کچھ عرصہ قبل مدینہ منورہ میں مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی سے فرمایا کہ آپ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تقویۃ الایمان" کا عربی میں ترجمہ کر دیں، حضرت شیخ الحدیث کا اصرار اتنا بڑھا کہ فرمایا آپ یہیں مدینہ منورہ میں اس کام کا آغاز فرمادیں، چنانچہ حضرت مولانا نے اپنی واپسی سے چند گھنٹہ قبل مسجد نبوی کی روح پرور فضا میں اس کام کا آغاز فرمادیا، مولانا مدظلہ نے اس کتاب کا صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ اس پر ایک گرانقدر مقدمہ اور صاحب کتاب کے مختصر مگر جامع حالات زندگی کی دلکش تصویر کشی بھی کی جو سیکڑوں صفحات پر بھاری ہے، مولانا مدظلہ نے کتاب میں جگہ جگہ بہت ہی قیمتی تشریحی حواشی اور جلیل القدر علماء ومشائخ طریقت کے تائیدی بیانات وارشادات بھی نقل فرمائے،

یہ کتاب رسالۃ التوحید کے نام سے شائع ہوئی اور اس کو بلاد عربیہ میں شرف قبول حاصل ہوا اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل نصاب کرلی گئی۔

ناچیز ناشر کو دارالعلوم میں درس تدریس کی سعادت حاصل ہے

کتاب رسالۃ التوحید کو بھی پڑھانے کی سعادت حاصل رہی، دوران مطالعہ کتاب کے حواشی کی غیر معمولی افادیت واہمیت محسوس ہوئی اور خیال پیدا ہوا کہ اگر ان حواشی کا ترجمہ اردو میں ہو جائے اور اصل کتاب ان قیمتی حواشی کے ساتھ شائع ہو جائے تو اللہ سے امید ہے کہ اصل کتاب کی طرح یہ حواشی بھی مشرکانہ ومبتدعانہ رسم ورواج کا خاتمہ کریں گے۔

ہم اپنے محترم استاذ مولانا شمس الحق صاحب ندوی (ایڈیٹر تعمیر حیات اور مولانا مدظلہ العالی کی کئی کتابوں کے مترجم) کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری درخواست کو قبول فرمایا اور حواشی کا ترجمہ کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر دے، اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کے ملاحظہ فرمالینے کے بعد ہم اس کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول بنائے اور مؤلف، مترجم اور ناشر کی سعی کو قبول فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

(مولانا) محمد رضوان ندوی
فاضل مدینہ یونیورسٹی،



پیش لفظ و تعارف

از: مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ o اَمَّا بَعْدُ

ہر زمانہ اور ہر ملک میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت رہی ہے اور ہے جو بہت صاف اور واضح عبارت میں ہو بہترین انداز سے اس کا آغاز ہوا ہو۔ کتاب کی سطر سطر سے مصنف کا اخلاص ظاہر ہوتا ہو۔ وہ اہل زمانہ کے سامنے ان کا مقصد زندگی اور انبیائے کرام اور تمام رسولوں کی بعثت کے مقصد و منشاء کو کھول کر بیان کرے۔ جو صرف خدا کی عبادت کی دعوت دینے آتے ہیں۔ اور خوف و رجا کا مرجع اسی کو بتاتے ہیں۔ اس سے داد و فریاد کرنا، اس کے سامنے رونا اور گڑگڑانا سکھاتے ہیں۔ خدا کا مخلص بندہ اور دین کا عالم جب اپنے ماحول میں ان عقائد اور عادات کو پھیلتے دیکھتا ہے جن کی بیخ کنی کے لیے آسمانی مذاہب آئے، آسمانی صحیفے نازل ہوئے، اس کا مقابلہ کرنے اور اس سے چھٹکارا دلانے کے لیے رسول بھیجے گئے اور اب لوگ ان عقائد سے بالکل ناواقف

ہو گئے ہیں، ہمسایہ غیر مسلم قوموں کی نقل و تقلید میں مبتلا ہیں۔ تو اس کو اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کھل کر پوری صفائی کے ساتھ توحید کی دعوت دی جائے۔ اور وہ بلا خوف لومۃ لائم اس فریضہ کو انجام دیتا ہے۔

پیش نظر کتاب تقویۃ الایمان ایسی کتاب ہے جو توحید کی دعوت اور حقیقتِ توحید کو بے لاگ طریقہ پر بیان کرنے کا رمز و شعار بن گئی ہے، برِصغیر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب سے اتنی بڑی تعداد کو فائدہ پہونچایا جس کا شمار محال ہے ان کی تعداد بلاشبہ (جیسا کہ بعض اہل نظر نے لکھا ہے) لاکھوں انسانوں تک پہونچتی ہے جس زمانہ میں یہ کتاب لکھی گئی تھی، دینی تعلیم یکسر نایاب نہ تھی لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی کثیر تعداد یہاں کی اکثریت کے خیالات عادات و اطوار اور رسوم و عادات سے متاثر ہو چکی تھی، دوسری طرف جراٗت مندانہ اور عام فہم طریقہ پر دین خالص کی دعوت و تفہیم کی کوششیں اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہو گئی تھیں۔

اسی صورت حال کو دیکھ کر مصنف کتاب کا دل زخمی اور پارہ پارہ ہوتا تھا کتاب کی تاثیر و مقبولیت کو اسلام پر آنسو بہانے والی ان آنکھوں اور اس دین کو زندہ کرنے کی راہ میں بہائے جانے والے ان کے پاکیزہ خون اور مسلم معاشرہ کو جاہلیت کے اثرات سے پاک کرنے والی کوششوں اور ایسی شرعی حکومت کے قیام کی (جو شریعت کی اساس پر ہو) ان کی ان کاوشوں نے بھی بڑھا دیا[1]۔ مصنف کتاب نے دعوت کے ساتھ ساتھ دعا و انابت الحاح و تضرع جہاد کے ساتھ کوشش و کاوش اور اعلان حق کے ساتھ راہ حق میں جان عزیز تک جان آفریں کو پیش کر دی، یہی توحید کی اصل روح، اخلاص کا منتہا، کمال صداقت اور تمغۂ وفاداری ہے۔ ایسے ہی وعدے کے سچوں اور عہد کے پکوں کے

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "سیرت سید احمد شہید" از راقم "حیات طیبہ" از مرزا حیرت "جب ایمان کی بہار آئی" از راقم

بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلًا ۝

مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انھوں نے خدا سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔

(احزاب ۲۳)

اس کتاب کو وہ مقبولیت اور تاثیر حاصل ہوئی جو کبار مخلصین علماء ربانیین اور تجدیدی کام کرنے والے داعیوں کی کتابوں کو حاصل ہوتی ہے۔

کتاب کی قوتِ تاثیر کا سبب حقائق کو بے لاگ و دو ٹوک طریقہ پر بیان کرنا اور معاشرہ میں پھیلے ہوئے امراض مشرکانہ رسوم اور دین سے انحراف کی شکلوں کی نشان دہی ہے جو دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتی ہے۔ اخیر زمانہ میں مشائخ اور بزرگوں کی تقدیس و تعظیم میں مسلمان جس غلو و جہالت اور ہمسایہ اقوام کی نقل و تقلید کے جس فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے کتاب ان ساری کمزوریوں کو خوب کھول کر بیان کرتی ہے، لوگوں کا یہ مزاج بن گیا تھا کہ وعظ و تقریر یا علمی مضامین میں شرک و توحید کا جو اجمالی اور عمومی ذکر ہوتا تھا وہ اپنے کو اس کا مخاطب نہیں سمجھتے تھے ضرورت تھی کہ ان کمزوریوں اور بیماریوں کو کھول کر بیان کیا جائے جن میں یہ مبتلا تھے اور ان غلطیوں کی نشان دہی کی جائے جن کے وہ عادی ہو گئے تھے۔ ان شخصیتوں، جگہوں اور رسوم و رواج کی حقیقت کو جن کو انھوں نے مقدس قرار دے رکھا تھا واضح کیا جائے، جب تک ایسا نہ کیا جائے گا سمجھیں گے کہ اس تردید و تنقید کا تعلق پرانے زمانہ کے مشرکین اور زمانۂ جاہلیت کے لوگوں سے ہے۔

لیکن یہ واعظ و مضمون نگار جب ان کی زندگی کے اندر اتر کر غلط باتوں کو بیان

کرتا ہے اور ان کے غلط عقیدوں اور بیماریوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ متعین طور پر ان فتنوں کو اس طرح بتاتا ہے کہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ تو وہ اس مقرر اور واعظ کے مخالف ہو جاتے ہیں اور کھلم کھلا اس سے دشمنی کرنے لگتے ہیں یہ خطرہ وہی داعی مول لے سکتا ہے جو مخلص ہو اور دعوت اس پر طاری ہو جائے۔ احساس فرض کا اس پر غلبہ ہو، اس کو قرآن کریم اور انبیاء کرام کے طریقِ دعوت کا حقیقی لطف آنے لگے۔ پھر اس کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگ پسند کریں گے یا ناراض وخفا ہوں گے۔ اس کو بس اس کی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ قرآن کا پیغام سنائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اپنے ضمیر کو مطمئن کرے اور ادائیگیٔ فرض سے سبکدوش ہو۔

اس موقع پر "تاریخ دعوت وعزیمت" میں دوسری صدی ہجری کے شروع میں حضرت حسن بصری کی قوتِ تاثیر اور اس وقت کے معاشرہ پر ان کے گہرے اثرات کے بارے میں جو کچھ راقم نے لکھا ہے اس کو نقل کرنا مناسب ہوگا اس کا کیا راز تھا کہ اس وقت کا معاشرہ اس سے تجاہل نہیں برت سکا۔

" خواجہ حسن بصری کی دعوت واصلاح کی طاقت وتاثیر میں اس بات کو بڑا دخل ہے کہ انھوں نے زندگی کا ایک سرا پکڑ لیا اور سوسائٹی کی اصل بیماری کی طرف توجہ کی؛ ان کے زمانہ میں بہت سے واعظ اور داعی تھے لیکن اس زمانہ کے معاشرہ نے کسی کے وجود اور کسی کی دعوت کو اس طرح محسوس نہیں کیا جس طرح حسن بصری کے وجود اور ان کی دعوت کو محسوس کیا۔ اس لیے کہ ان کی تقریروں اور ان کے درسوں سے اس بگڑے ہوئے معاشرہ پر زد پڑتی تھی وہ "نفاق" کی حقیقت بیان کرتے تھے اور یہ نفاق ایک مرض تھا جو اس سوسائٹی میں پھیل رہا تھا وہ منافقین کے اوصاف واخلاق بیان کرتے تھے اور یہ اوصاف واخلاق بہت سے لوگوں میں پائے جاتے تھے جو حکومت، فوج اور تجارت میں پیش پیش تھے اور زندگی میں نمایاں تھے وہ آخرت

فراموشی اور دنیا طلبی کے بُحران کی مذمت کرتے تھے۔ اور بکثرت لوگ اس وبا کا شکار تھے، وہ موت اور آخرت کی تصویر کھینچتے تھے اور ان حقیقتوں کو مستحضر کراتے تھے اور مترفین اور غافلین کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا تھا جس کی زندگی ان چیزوں کے بھُلائے رکھنے میں تھی

غرض ان کی دعوت ان کے مواعظ اور ان کے اصلاحی درس اس زمانہ کی خواہشات واغراض سے اس طرح متصادم تھے کہ اس زمانہ کی سوسائٹی کے لیے ان سے غیر متعلق رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ بکثرت لوگ ان کی تقریروں اور مجلسوں سے چوٹ کھا کر پچھلی زندگی سے تائب ہوتے تھے اور نئی زندگی اختیار کرتے تھے۔[1]

کتاب میں جن رسوم وعادات اور مقامات کا تذکرہ آتا ہے ان کی تشریح کردی گئی ہے اس لیے کہ مرور زمانہ اور بُعد مکانی کی وجہ سے اس عہد اور نسل کے اکثر لوگ ان سے ناواقف ہیں۔

ہم نے بعض دیگر علماء کرام اور ائمہ عظام کی وہ عبارتیں بھی نقل کردی ہیں جن سے اس کتاب میں مندرج بعض ان عبارتوں اور انداز بیان کی تائید ہوتی ہے جن کے بارے میں بعض حلقوں کی طرف سے سخت اعتراض اور مخالفت کی آواز بلند ہوئی اور فتوے بھی جاری ہوئے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ زمانۂ ماضی کی مستند اور متفق علیہ شخصیتوں نے بھی اس میں صاف بیانی سے کام لیا۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور دینی اصلاح وتجدید کی تحریکوں اور کوششوں سے واقفیت رکھنے والے اصحاب نظر واہل علم کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی پچھلی صدیوں میں قرآن مجید کی تعلیم وتفہیم (عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر اور معقولات وفنون کی تعلیم وتدریس کے غلبہ کی وجہ سے) اور حدیث کی کتابوں کی تعلیم

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ص ۲۶۶

وتدریس میں سخت انحطاط آگیا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے کھل کر دین وعقیدہ کی دعوت دینے، حق و باطل میں فرق کرنے اور مغز و پوست میں تمیز پیدا کرنے کے لیے کچھ مخلص علماء دین اور مصلح داعیوں کو کھڑا کیا جن میں سب سے پیش پیش امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندیؒ اور ان کے خلفاء تھے، ان کے بعد حکیم الاسلام شاہ ولی اللہؒ (بن شاہ عبدالرحیم دہلویؒ) اور ان کا خاندان تھا پھر وہ علماء کبار فقہاء اور محدثین بھی اس قافلہ میں شامل ہوئے جنھوں نے اس خاندان سے اکتساب فیض کیا تھا۔

یہ وہ اسباب و محرکات تھے جنھوں نے مؤلف کتاب کو جو خالص ہندوستانی ماحول اور اس تہذیب کے مرکز میں پلے بڑھے تھے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ذکاوت حس اور صاف گوئی سے کام لیں اور دین کی بات پوری قوت کے ساتھ پیش کریں کسی کی تنقید و ملامت اور خواص و عوام کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ اگر ان کی زندگی وفا کرتی اور ان کو ہندوستان میں رہنے اور دعوت دینے کا موقع ملتا تو وہ یہ کام تدریجاً انجام دیتے اور آہستہ آہستہ ذہنوں کو تیار کرتے اور مناسب خوراک دیتے لیکن وہ ہندوستان چھوڑنے پر مجبور تھے، راہ خدا میں جہاد و شہادت کا خدی خواں شوق آگیں آواز میں انھیں آواز دے رہا تھا۔ لہٰذا اتمام حجت اور ادائیگی فرض کے احساس نے ان سے یہ کتاب لکھوائی اور انھوں نے اپنے پیچھے یہ یادگار چھوڑی کہ اس کے ذریعہ لوگ حق کی طرف لوٹیں۔

یہ بات ہندوستان ہی کے لیے خاص نہ تھی جو مرکز اسلام اور مہبط وحی سے دور ہے اور وہاں اسلام عجمی ملکوں سے گذر کر اپنی تازگی اور قوتِ تاثیر کو بہت کچھ کھو کر پہونچا تھا۔ بلکہ ساتویں آٹھویں صدی ہجری میں ان غیر عرب قوموں کے اثر سے جو نئی نئی اسلام میں داخل ہوئی تھیں۔ اور اپنے ساتھ اپنے دین وعقیدہ اور عادات و اطوار کا بہت کچھ حصہ ساتھ لائی تھیں۔ نیز مسلمانوں کے غیر مسلموں اور عجمیوں سے اختلاط اور مصر و شام

میں باطنی اور اسماعیلی حکومتوں کے قیام کے اثر سے اور بعض جاہل صوفیوں کی تعلیمات کے پھیل جانے کے سبب سے خود ممالک اسلامیہ کے مرکزوں میں اسلامی عقیدہ کمزور ہو گیا تھا اور اس میں بہت سی بدعات اور گمراہیاں پیدا ہو گئی تھیں۔

جو شخص شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں "الرد علی البکری" اور "الرد علی الاخنائی" کا مطالعہ کرے گا وہ ائمہ اور مشائخ، اولیاء اللہ اور نیک بندوں کے سلسلہ میں جاہلوں کے غلو، ان کے غلط عقائد اور جاہلی عادات سے واقف ہو جائے گا۔ قرآنی تعلیمات کے خلاف عقیدت میں غلو اور تعظیم میں مبالغہ مختلف عہدوں میں بعض دوسرے ملکوں میں بھی دیکھا گیا ہے جو اس کا متقاضی ہے کہ کھل کر پوری قوت وطاقت اور بلیغ وحکیمانہ انداز میں اس کے ترک کی دعوت دی جائے۔ لہٰذا کتاب کا فائدہ ہندستان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ وہ ان تمام حلقوں کے لیے بھی مفید ہے جہاں ایسے عادات وعقائد رواج پا گئے ہوں جن کو اسلام ناپسند کرتا ہے اور شریعت میں اس کی گنجائش نہیں، اس بنا پر عربی میں بھی کتاب کے ترجمہ کا کام انجام دیا گیا جس کا نام "رسالۃ التوحید، للعلامۃ اسماعیل الشہید" رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ نام کتاب کے مضمون کی پوری نمائندگی کرتا ہے، مؤلف کتاب نے خود کتاب کو عربی میں منتقل کیا تھا اور اس کا نام "رد الاشراک" رکھا تھا۔ لیکن اس عربی کی اصل ناپید ہو گئی ہے[1]۔

---

[1] عربی ترجمہ کی خدمت رسالۃ التوحید کے نام سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری (دفین البقیع شریف مدینہ منورہ) کے حکم و اصرار سے راقم نے انجام دی۔ اور وہ ندوۃ العلماء کے عربی پریس سے شائع ہوئی اور اس کی بلاد عربیہ میں بھی پذیرائی اور اشاعت ہوئی۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

آپ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خاندان کے شجرۂ طوبیٰ کی ایک شاخ ہیں، شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے نامور پوتے، شاہ عبدالغنی صاحبؒ کے ذریعۂ نجات و مغفرت فرزند، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ و شاہ عبدالقادر صاحبؒ و شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے محبوب و عزیز بھتیجے اور مایۂ ناز شاگرد تھے،

مولانا اسمٰعیلؒ اسلام کے ان اولوالعزم، عالی ہمت، ذکی، جری اور غیر معمولی افراد میں ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں،

آپ نے علماء کے سب سے بڑے مجمع اور سب سے بڑے علمی اور سب سے بہتر ماحول میں آنکھ کھولی، بچپن ہی میں کانوں میں قال اللہ و قال الرسول کی آواز پڑی جو علمی باتیں اور جو مذہبی مسائل حلال و حرام و ضروریات دینی لوگوں کو کتابوں اور مطالعہ سے آتی ہیں، وہ آپ کو باتوں باتوں اور قصے کہانیوں میں معلوم ہوگئیں، تربیت کے لحاظ سے یہ تربیت نہایت مکمل تھی جو کم خوش نصیبوں کو ہوتی ہے، لیکن آپ اس تربیت کے محدود دائرہ سے بہت آگے تھے، اور بہت جلد شاہ صاحبؒ کے خاندان میں

بھی آپ بہت ممتاز ہو گئے،

تعلیم میں بھی آپ کی خوش نصیبی تربیت سے کم نہ تھی، ہندوستان کے فاضل ترین اساتذہ جن کے پاس سمرقند و بخارا، ایران و افغانستان کے طلباء شد رحال کر کے آتے تھے، اور ایک سبق پڑھ لینا حاصلِ سفر سمجھتے تھے، آپ کے گھر ہی کے تھے، اور کون؟ باپ یا باپ سے بڑھ کر شفیق چچا، اس وقت اعلیٰ تعلیم جو کسی کو میسر آ سکتی تھی آپ نے حاصل کی اور اس میں کوئی کمی نہ رہی،

آپ مجتہدانہ دماغ کے آدمی تھے، اور اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ بہت سی درسی کتابوں کے مصنفین و شراح سے زیادہ ذکاوت اور علمی مناسبت رکھتے تھے، اگر آپ کو اشتغال اور تصنیف و تالیف و درس و تدریس کا موقع ملتا تو آپ اپنے بہت سے پیشرو اور معاصر علماء سے آگے ہوتے، اور بہت سے فنون میں امام یا مجدد کا منصب آپ کو دیا جاتا، جس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو انھیں علوم یا صنائع میں خارقِ عادت کمال دیتا ہے، جو ان کے زمانہ میں رائج و شائع ہوتے ہیں، تاکہ حجت اور معجزہ ہو سکے، اسی طرح حکیم مطلق نے خود اس کا سامان کیا کہ شاہ صاحبؒ کو (جن سے اس کو علماء کی اصلاح اور حق کی نصرت کا کام لینا تھا) ان تمام علوم و فنون میں غیر معمولی کمال حاصل ہو، جو اس وقت عام طور پر رائج و جاری تھے اور جن پر علماء فخر کرتے تھے، اور جن کے بغیر وہ کسی کو عالم اور قابل التفات نہیں سمجھتے تھے۔

یہ تو علم کا حال تھا، لیکن ایک چیز علم ہے اور دوسری چیز علم سے انتفاع، اس دوسری چیز میں شاہ صاحبؒ خاص طور سے ممتاز تھے، آپ کا گھر قرآن و حدیث کا سب سے بڑا مدرسہ تھا، شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے وقت سے یقیناً قرآن و حدیث ان لوگوں کا وظیفہ

تھا، سنت و شریعت کی نہریں ہندوستان سے اور ہندوستان سے باہر یہیں سے جاری ہوئیں، لیکن علماء کا ایک دائرہ تھا، جس سے وہ باہر نہیں جاتے تھے، اس دائرہ کے حدود درس و تدریس تصنیف و تالیف اور جمعہ وغیرہ کا وعظ تھے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اشاعت حق کا جتنا کام اس دائرہ کے اندر رہ کر ہو سکتا تھا وہ کیا جاتا تھا، لیکن یہ بھی ان بزرگوں کا ذکر ہے جو قرآن وحدیث کا درس دیتے تھے یا ان میں کتابیں تصنیف کرتے تھے یا وعظ و تقریر کرتے تھے، علماء کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا بھی تھا جس کے یہاں معروف و منکر کی کوئی تقسیم نہ تھی، ہدایت و ضلالت بے معنی الفاظ تھے، "سنت" و "بدعت" کے الفاظ ان کی لغت میں نہ تھے، یہ ساری عمر معقولات کی کتابیں پڑھاتے، اگر کچھ لکھتے تو وہ کسی متن کی شرح یا کسی شرح کا حاشیہ ہوتا، کچھ کہتے تو وہ کسی مسئلہ کی تقریر یا کسی تقریر کا رد، یا مخالف سے مناظرہ ہوتا، عام اصلاح وارشاد کا کام دونوں کے دائرہ سے خالی تھا،

شاہ صاحبؒ نے اس دائرہ سے باہر قدم نکالا، اور وہاں پہونچے جہاں روشنی مشکل سے پہونچتی ہے، وہاں بھی گئے جہاں مقدس و پاکباز جاتے شرماتے ہیں، جہاں سے علماء و صلحاء کتراتے ہیں، ہر اس جگہ گئے جہاں ان کی ضرورت تھی، جہاں حق کی آواز شاذ و نادر پہونچتی تھی، اور جہاں "جاہلیت" کی رات تھی، اسلام کا سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا، انھوں نے اپنا خیال نہیں کیا، وہ یہ بھی بھول گئے کہ وہ اُن شاہ ولی اللہؒ کے پوتے ہیں، جن کا نام لینا معصیت و غفلت کے ان سیاہ خانوں میں گناہ ہے، اس عبدالعزیز کے بھتیجے ہیں، جو اپنے علم و فضل سے بادشاہت کر رہا ہے، ان کو صرف یہ یاد رہا کہ وہ ایک عالم ہیں، جن پر تبلیغ و امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرض ہے، اگر انھوں نے اس میں

کوتاہی کی تو سارا دہلی قیامت میں ان کا دامن پکڑے گا، قرآن و حدیث کی وعیدوں کا ان سے زیادہ جاننے والا کون تھا، ایسے اصحاب عزیمت یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا میں اور لوگ بھی ہیں، اور یہ فرض ان کا بھی ہے، شاہ صاحبؒ شہر میں کوئی شرک و بدعت، کوئی فسق و فجور اور کسی قسم کی معصیت و منکر دیکھتے تو میدان حشر کا نقشہ ان کے سامنے پھر جاتا کہ جب یہ خدا کے سامنے علماء کا دامن پکڑیں گے کہ بیناؤں نے ہم نابیناؤں کا ہاتھ نہیں پکڑا، ابھی تک اطباء اُمت منتظر رہتے تھے کہ مریض ان کے پاس آئیں، لیکن شاہ صاحبؒ نے خود مریضوں کے یہاں حاضری دینی شروع کی، اس لیے کہ یہ اس وقت تھا کہ مریضوں کو اپنے مرض کی طبیبوں سے زیادہ فکر ہو لیکن یہاں معاملہ برعکس تھا،

شاہ صاحبؒ زبانی وعظ و تبلیغ اور اس کے نتیجہ پر قانع نہ تھے، ان کی اولوالعزم طبیعت اسلام کی صحیح اور پائیدار خدمت کے لیے بے چین رہتی تھی، انھوں نے سالہا سال کے عملی تجربہ سے محسوس کیا کہ اُن کے مواعظ سے چند سعید روحیں، اور چند سلیم طبیعتیں ضرور فائدہ اٹھائیں گی، اگرچہ یہ اپنی نجات و برات کے لیے کافی ہو لیکن اس سے کوئی خاص انقلاب نہیں ہوگا، اس کے لیے کہ شریعت حکومت سے لے کر گھر تک قانون ہو، ملک میں سنّت ہی کا سکّہ چلے قوت اور اقتدار کی ضرورت ہے۔

شاہ صاحبؒ اسلام کے سپاہی بننا چاہتے تھے، اور سپاہی کو ان تمام ہتھیاروں کی ضرورت ہے جو دشمن کے پاس ہوں، یا جن کی ضرورت پڑے، پہلے بھی آپ نے علم کو ہتھیار کے طور پر حاصل کیا کہ اسلام کی خدمت کے لیے علم بھی ایک ہتھیار ہے، پھر اپنے کو جہاد کے لیے تیار کیا، اس وقت کے تمام اسلحہ کا استعمال سیکھا، میدان جنگ کی تمام سختیوں اور جفاکشیوں کا عادی بنایا، اس لیے کہ مقصود اسلام کی خدمت تھی، خواہ عالم بن کر، خواہ واعظ

بن کر، خواہ میدان کا سپاہی بن کر، مآل سب کا ایک ہی تھا،

حج سے آنے کے بعد آپ نے گلی کوچہ اور شہر و قریہ میں جہاد کا وعظ کہا، اور ہزاروں آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں سر دینے پر آمادہ کرلیا پھر حضرت سید احمد شہیدؒ اور صدہا مجاہدین و مہاجرین کی معیت میں آپ نے ہندوستان سے ہجرت فرمائی اور سفر جہاد کیا، جو خود جہاد سے کم نہ تھا، پھر آخری سانس تک اسی عبادت میں مشغول رہے، اور کبھی بھول کر بھی اپنے وطن کا خیال دل میں نہ لائے، نہ کبھی آسائش و آرام اور اعزاز و اکرام کی اس زندگی کو یاد کیا، جس کو آپ ہندوستان چھوڑ کر آئے تھے، آپ کی یہ قربانی کچھ کم نہ تھی کہ آپ نے اس مقصد عزیز کے لیے دولت و عزت اور امیرانہ زندگی کو خیرباد کہہ کر فقر و فاقہ جفاکشی اور ہر وقت خطرات سے بھری ہوئی زندگی اختیار کی۔

نگینہ کے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم جو جہاد میں شریک تھے بیان کرتے ہیں کہ بالاکوٹ میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے سید صاحبؒ سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت چاہی، حضرت نے فرمایا کہ مولانا اس لڑائی میں ہماری فتح نہیں ہے، آپ نہ جائیے، آپکے جہاد لسانی سے اِنْشَاءَ اللہُ تَعَالیٰ بندگان خدا کو بہت فائدہ پہونچے گا، مولوی صاحب نے ہاتھ جوڑ کر فرمایا کہ حضرت یہ سر تصدق کرنے کو لایا ہوں، آپ مجھ کو اجازت ہی دیجئے، سید صاحبؒ خاموش ہو گئے، اور مولانا میدان میں گئے، ایک گولی آپ کے انگوٹھے میں لگی، انگوٹھا کٹ گیا، آپ پھر تشریف لائے، سید صاحبؒ نے پھر منع فرمایا، مگر مولانا نے پھر الحاح وزاری سے اجازت مانگی، اور تشریف لے گئے، مجھے یاد ہے کہ تین مرتبہ سید صاحبؒ نے روکا، آخر کو

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی پیشانی پر ایک زخم کاری لگا، اور آپ شہید ہوئے۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہم کو تم نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلایا اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں بنایا اور ان کی راہ سیکھنے کا شوق دیا اور اُن کے تابعوں کی کہ جو ان کی راہ بتاتے ہیں اور ان کے طریقہ پر چلاتے ہیں ان کی محبت دی سوائے پروردگار ہمارے۔ تو اپنے حبیبؐ پر اور اس کے آلؑ و اصحابؓ پر اور اس کے سب تابعوں پر ہزار ہزار درود اور سلام بھیج اور اس کی پیروی کرنے والوں کو رحمت کر اور ہم کو ان میں شریک کر اور ہم کو اسی کی راہ پر جیتے اور موئے قائم رکھ اور اسی کے تابعوں میں گن رکھ آمین رب العالمین۔

امّا بعد سننا چاہیے کہ آدمی سارے اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کام بندگی ہے، جو بندہ کہ بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں، اور اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ جس کے ایمان میں کچھ خلل ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا ہے اُس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے، سو ہر آدمی کو چاہیے کہ ایمان درست کرنے میں

بڑی کوشش کرے اور اس کے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے اور اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں کوئی پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں، کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں، اور کوئی مولویوں کی باتوں کو، جو انھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل[1] کو دخل دیتے ہیں، اور ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھیے اور اس کی سند پکڑئیے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے۔ اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کیجئے، اور جو موافق نہ ہو اس کی سند نہ پکڑیے، اور جو رسم اس کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دیجئے، اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کو بڑا علم چاہیے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ اُن کا کلام سمجھیں، اور اس راہ پر چلنا بزرگوں کا کام ہے۔ سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں، سو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صریح ہیں، اُن کا سمجھنا مشکل نہیں، چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا ہے:۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ	اور بیشک اتاریں ہم نے طرف تیرے
اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ج وَمَا يَكْفُرُ بِهَا	باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے
اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ٥ (سورۃ بقرۃ، ۱۱)	ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔

---

[1] عقائد اور شرعی احکام اور قوانین محض عقل اور قیاس پر نہیں قائم ہوتے۔ ان میں ذہانت و ذکاوت اور دماغ کی تیزی کوئی فائدہ نہیں پہونچاتی۔ بلکہ ان کا سرچشمہ وحی ربانی اور الہام خداوندی ہوتا ہے اور اللہ کے رسولوں اور انبیاء کرام کی تعلیمات ہوتی ہیں۔

ف :۔ یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ اِن پر چلنا نفس پر مشکل ہے، اس واسطے کہ نفس کو حکم برداری کسی کی بُری لگتی ہے۔ سو اسی لیے جو لوگ بے حکم ہیں وہ اُن سے انکار رکھتے ہیں، اور اللہ و رسولؐ کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو، اور جاہلوں کے سمجھانے کو، اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا ہے:۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ	اور اللہ اکیلا ہے کہ جس نے کھڑا کیا
رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ	نادانوں میں ایک رسولؐ اُن میں سے کہ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ	پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اُس کی اور پاک
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ	کرتا ہے اُن کو۔ اور سکھاتا ہے اُن کو کتاب
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن	اور عقل کی باتیں، اور بیشک تھے وہ پہلے
قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (جمعہ ۲)	سے گمراہی صریح میں۔

ف :۔ یعنی یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسولؐ بھیجا کہ اس نے بے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک، اور جاہلوں کو عالم، اور احمقوں کو عقل مند اور راہ بھٹکتے ہوؤں کو سیدھی راہ پر، سو جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا، سو اُس نے اس آیت کا انکار کیا، اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی، بلکہ یوں کہا جائے کہ جاہل لوگ اُن کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں، اور گمراہ لوگ ان کی راہ چل کر بزرگ بن جاتے ہیں، اس بات کی مثال یہ کہ جیسے ایک بڑا حکیم ہو اور ایک بہت بیمار، پھر کوئی

شخص اس بیمار سے کہے کہ فلانے حکیم کے پاس جا، اور اس کا علاج کر، اور وہ بیمار یہ جواب دے کہ اس کے پاس جانا اور اس کا علاج کروانا بڑے بڑے تندرستوں کا کام ہے، مجھ سے یہ کیونکر ہوسکے کہ میں سخت بیمار ہوں، سو وہ بیمار احمق ہے، اور اس حکیم کی حکمت کا انکار رکھتا ہے، اس واسطے کہ حکیم تو بیماروں ہی کے علاج کے واسطے ہے، جو تندرستوں ہی کا علاج کرے اور انھیں کو اس کی دوا سے فائدہ ہو، اور بیماروں کو کچھ فائدہ نہ ہو تو وہ حکیم کاہے کا، غرض جو کوئی بہت جاہل ہے اس کو اللہ و رسولؐ کے کلام سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہیے، اور جو بہت گنہگار ہو اس کو اللہ و رسولؐ کی راہ چلنے میں زیادہ کوشش چاہیے۔ سو یہ ہر خاص و عام کو چاہیے کہ اللہ و رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں، اور اسی کو سمجھیں، اور اسی پر چلیں اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں، سو سننا چاہیے کہ ایمان کے دو جزء ہیں، خدا کو خدا جاننا اور رسولؐ کو رسولؐ سمجھنا اور خدا کو خدا سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے، اور رسول کو رسول سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑے، اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو شرک اور دوسری بات کو اتباعِ سنّت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت، سو ہر کسی کو چاہیے کہ توحید اور اتباعِ سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت بچے، یہ دو چیزیں ایمان میں خلل ڈالتی ہیں، اور باقی گناہ ان سے پیچھے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں، اور چاہیے کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنّت میں بڑا کامل ہو اور شرک و بدعت سے بہت دور ہو اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر و استاد سمجھے، سو اسی لیے کئی آیتیں اور حدیثیں کہ جن میں بیان توحید کا اور اتباع سنّت کا ہے اور برائی شرک و بدعت کی اس رسالہ میں

جمع کیں اوران آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ اس کے حاصل معنی کا بیان زبان ہندی سلیس میں کردیا، توعوام الناس اور خاص اس سے فائدہ برابر لیویں، جس کو اللہ توفیق دے وہ سیدھی راہ پر ہوجائے، اور بتانے والے کو وسیلہ نجات کا ہوجائے، آمین یا الٰہ العالمین۔

اوراس رسالہ کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا اوراس میں دو باب ٹھہرائے پہلے باب میں بیان توحید کا اور برائی شرک کی، اور دوسرے باب میں اتباع سنّت کا اور برائی بدعت کی۔

پہلا باب

:- توحید و شرک کے بیان میں :-

پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں اوّل سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب، لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں، سو اوّل معنی شرک و توحید کے سمجھنا چاہیے تا برائی اور بھلائی ان کی قرآن وحدیث سے معلوم ہو سننا چاہیے کہ اکثر لوگ پیروں کو، اور پیغمبروں کو اور اماموں[1] کو اور شہیدوں کو، اور فرشتوں کو، اور پریوں کو، مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، اور ان کی منتیں مانتے ہیں، اور حاجت برآئی کے لیے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں، اور بلا کے ٹلنے کے لیے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے

---

[1] مراد ائمہ اہل بیت ہیں جن کے سلسلہ میں اہل تشیع (فرقہ اثنا عشری کے افراد) نے بہت غلو سے کام لیا ہے، اور ان کو تعظیم و تقدیس کے ہالوں میں گھیر دیا ہے، وہ ان کے معصوم اور عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، امامت کی ایسی تشریح کرتے ہیں جو انھیں شریک نبوت بنا دیتی ہے، بلکہ بہت سی خصوصیات میں ان کا ہمسر و مدّ مقابل بنا دیتی ہے، ہندوستان میں شیعہ حکام و فرمارواؤں اور شیعوں سے خلا ملا اور اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے شیعی عقائد سے سنّی بھی متاثر ہوئے ہیں اور ان میں شیعوں کے عادات و عقائد رواج پا گئے ہیں۔

بیٹے کا نام عبد النّبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی پیر بخش، کوئی مدار[1] بخش کوئی سالار[2] بخش، کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین، اور ان کے جینے کے لیے

---

[1] مراد مشہور بزرگ بدیع الدین مدار حلبی مکن پوری ہیں جو سرزمین ہند کے مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں، ان کی طرف ایسے واقعات منسوب کیے جاتے ہیں جو عقل و نقل دونوں کے خلاف اور بعید از قیاس ہیں، ہندوستان کے بہت سے قصبات اور دیہاتوں میں عوام رائج جنتری کے سال میں سے ایک مہینہ کی نسبت انہی کی طرف کرتے ہیں اور ایک مہینہ کا نام مدار ہے، عوام میں ان کا نام ضرب المثل ہو گیا ہے۔ وہ طریقۂ مداریہ کے بانی ہیں، جو اخیر زمانہ میں غلط رُخ اختیار کر گیا ہے، اس میں بہت سی خرافات اور پہلوانوں کی ورزشیں داخل ہو گئی ہیں، اُن کی تاریخ وفات ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۸۴۴ھ ہے۔

[2] مراد ہندوستان کے مشہور و مقبول بزرگ سید سالار مسعود غازیؒ ہیں، ان کے بارے میں بہت سے قصّے بلا سند مشہور چلے آرہے ہیں، ان کی شخصیت پر علمی و تاریخی اعتبار سے کچھ زیادہ روشنی نہیں ڈالی جا سکتی ہے۔ ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفر نامہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے بیشتر حصّہ کو انھوں نے ہی فتح کیا ہے، ۵۸۸ھ میں شہید ہوئے اور ہندوستان کے شمالی صوبہ اتر پردیش کے شہر بہرائچ میں مدفون ہوئے، صاحب نزہۃ الخواطر نے لکھا ہے کہ بادشاہان ہند نے ان کی قبر پر شاندار عمارت بنوادی ہے، اور دور دور سے لوگ اس مزار کی زیارت کے لیے آتے ہیں، ان کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے شادی نہیں کی تھی لہٰذا ہر سال یہ زائرین ان کی شادی کرتے ہیں، اور ان کا عرس مناتے ہیں، ان کے لیے جھنڈے نذر مانتے ہیں اور ان کے مزار پر لگاتے ہیں۔

[3] بخش کے معنی دینے اور عطا کرنے کے ہیں یعنی فلاں فلاں کی دین اور عطیہ ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دوہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، غرضکہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاءؑ اور اولیاءؒ سے اور اماموں اور شہیدوں سے، اور فرشتوں اور پریوں سے کر گذرتے ہیں، اور دعویٰ مسلمانی کا کیے جاتے ہیں، سبحان اللہ یہ منھ اور یہ دعویٰ، سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ یوسف میں:۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ — اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ

بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف) — مگر کہ شرک کرتے ہیں۔

یعنی اکثر لوگ جو دعویٰ ایمان کا رکھتے ہیں، سو وہ شرک میں گرفتار ہیں، پھر اگر کوئی سمجھانے والا اُن لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو، سو یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو، اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ) علی سے مراد حضرت علیؓ ہیں، حسین سے مراد حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں، مدار اور سالار دو بڑے ہندوستانی بزرگوں کا نام ہے۔ غلام کے معنی بندہ، محی الدین سے مراد مشہور بزرگ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ ہیں، معین سے مراد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہیں۔ جو ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں، اور ہندوستان میں وسیع پیمانہ پر اشاعت اسلام کا شرف ان کو حاصل ہے، ۶ رجب ۶۲۷ھ کو ان کی وفات ہوئی۔ اوپر جن ناموں کا ذکر ہوا سب ازروئے شرع غلط ہیں، جن سے بزرگوں میں قدرت و تصرف کی بو آتی ہے۔

اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں، شرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں و شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے۔ سو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں اور اسی کا مخلوق اور یہ قدرتِ تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے، اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے، اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مانگنی ہے۔ اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں، اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل۔ ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے، اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اور جتنا ہم ان کو جانتے ہیں اتنا ہی اللہ سے ہم نزدیک ہوتے ہیں، اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں اور ان باتوں کا سبب یہ ہے کہ خدا اور رسول کے کلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے اور غلط غلط رسموں کی سند پکڑی اور اگر اللہ و رسول کا کلام تحقیق کر لیتے تو سمجھ لیتے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک نہ مانی اور ان پر غصہ کیا اور ان کو جھوٹا بتایا، چنانچہ سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا	اور پوجتے ہیں ورے اللہ کے ایسی چیز کو
يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ	نہ کچھ فائدہ دیوے ان کو نہ کچھ نقصان اور
هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ	کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے
قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ	پاس، کہہ کیا بتاتے ہو تم اللہ کو جو نہیں جانتا
فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحٰنَهُ	وہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں سو وہ نرالا
وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (یوسف)	ہے ان سے جن کو یہ شریک بتاتے ہیں۔

ف :- یعنی جن کو لوگ پکارتے ہیں ان کو اللہ نے کچھ قدرت نہیں دی، نہ فائدہ پہنچانے کی نہ نقصان کر دینے کی، اور یہ جو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس، سو یہ بات تو اللہ نے نہیں بتائی پھر کیا تم اللہ سے زیادہ خبردار ہو، سو اس کو بتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو مانے اور اس کو نہ مانے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہونچے، بلکہ انبیاء و اولیاء کی سفارش جو ہے سو اللہ کے اختیار میں ہے ان کے پکارنے نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہوتا ہے اور اللہ صاحب نے سورۂ زمر میں فرمایا ہے:-

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن	اور جو لوگ ٹھہراتے ہیں ورے اللہ سے
دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ	اور حمایتی کہتے ہیں، پوجتے ہیں ہم ان کو
إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ	سو اسی لیے کہ نزدیک کر دیں ہم کو اللہ
إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ	کی طرف مرتبہ میں بیشک اللہ حکم کرے
فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ	گا ان میں اس چیز میں کہ ہیں میں اختلاف ڈالتے
لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ	ہیں بیشک اللہ راہ نہیں دیتا جھوٹے ناشکر کو۔

(سورہ زمر، ع۱)

ف :- یعنی جو بات سچی تھی کہ اللہ بندہ کی طرف سب سے زیادہ نزدیک ہے سو اس کو چھوڑ کر جھوٹی بات بنائی کہ اوروں کو حمایتی ٹھہرایا اور یہ جو اللہ کی نعمت تھی تو وہ محض اپنے فضل سے بغیر واسطے کسی کے سب مرادیں پوری کرتا ہے اور سب بلائیں ٹال دیتا ہے، سو اس کا حق نہ پہچانا اور اس کا شکر نہ ادا کیا، بلکہ یہ بات اوروں سے چاہنے لگے پھر اس الٹی راہ میں اللہ کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں، سو اللہ ہرگز ان کو راہ نہ دے گا اور اس راہ سے ہرگز اس کی نزدیکی نہ پاویں گے بلکہ جوں جوں اس راہ میں چلیں گے سو اس سے دور ہو جاویں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے، سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا، اور اللہ کا ناشکر اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون میں فرمایا ہے:۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ	کہہ کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں
كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ	ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا
عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ	ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى	کرسکتا جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دیں گے کہ
تُسْحَرُوْنَ ٥ (مومنون، ۸۸-۸۹)	اللہ ہے کہہ پھر کہاں سے خبطی ہو جاتے ہو۔

ف:۔ یعنی جب کافروں سے پوچھئے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے، تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ اللہ ہی کی شان ہے، پھر اوروں کو ماننا محض خبط ہے،

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی، اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے، بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے، اور اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے، مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی، اور نذر و نیاز کرنی، اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا، جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے، گو کہ اس کو اللہ کا بندہ مخلوق ہی سمجھے، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے، سو سمجھنا چاہیے کہ شرک اسی پر موقوف نہیں کہ کسی کو اللہ کے برابر سمجھے، اور اس کے مقابل جانے، بلکہ شرک کے معنی یہ کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھہرائی ہیں، وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا، اور اس کے

نام کا جانور کرنا، اور اس کی منت ماننی، اور مشکل کے وقت پکارنا، اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا، اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی، سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے، اور اس کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھے، اور اس بات میں اولیاؔء و انبیاء میں، اور جن و شیطان میں، اور بھوت و پری میں، کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جاوے گا، خواہ انبیاء و اولیاء سے، خواہ پیروں و شہیدوں سے، خواہ بھوت و پری سے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جیسا بت پوجنے والوں پر غصہ کیا ہے ویسا ہی یہود و نصاریٰ پر، حالانکہ وہ اولیاء و انبیاء سے یہ معاملہ کرتے تھے، چنانچہ سورۂ برات میں فرمایا:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ	ٹھہرایا انھوں نے مولویوں کو اور
رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ	درویشوں کو، مالک اپنا درے اللہ سے
دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ	اور مسیح بیٹے مریم کو، اور حالانکہ ان کو تو
وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا	حکم یہی ہوا ہے کہ بندگی کریں مالک
وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ	ایک کی، نہیں کوئی مالک سوائے اس
وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ہ	کے، سو وہ نرالا ہے ان کے شریک
(سورۂ توبة، ۳۱)	بتانے سے۔

ف :۔ یعنی اللہ کو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے، اور مالک ٹھہراتے ہیں مولویوں اور درویشوں کو، سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے، اور وہ نرالا ہے، اس کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا، نہ چھوٹا نہ برابر کا، بلکہ چھوٹے بڑے سب اس کے بندے عاجز ہیں، عجز میں برابر چنانچہ سورۂ مریم مین فرمایا ہے:۔

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ	جتنے لوگ ہیں آسمان و زمین میں
وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ	سو آنے والے ہیں رحمان کے سامنے

عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ	بندے ہو کو اور بیشک قابو میں کر رکھا
وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝	ہے اُن کو، اور گن رکھا ہے ان کو ایک
وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	ایک، اور ہر کوئی اُن میں سے آنے والا
فَرْدًا ۝ (سورہ مریم، ۹۳-۹۴)	ہے اس کے سامنے قیامت کے دن
	اکیلا اکیلا۔

ف :- یعنی کوئی فرشتہ اور آدمی غلامی سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا اور اس کے قبضہ میں عاجز ہے، کچھ قدرت نہیں رکھتا، اور وہ ایک ایک میں آپ ہی تصرف کرتا ہے، کسی کو کسی کے قابو میں نہیں دیتا، اور ہر کوئی معاملہ میں اس کے روبرو اکیلا حاضر ہونے والا ہے، کوئی کسی کا وکیل وحمایتی نہیں بننے والا، ان مضمونوں کی آیتیں قرآن میں اور بھی سیکڑوں ہیں جس نے ان دو چار آیتوں کے بھی معنی سمجھ لئے، وہ بھی شرک و توحید کے مضمون سے خبردار ہو گیا۔

اب یہ بات تحقیق کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کون کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں، کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا چاہیے، سو وہ باتیں بہت ساری ہیں، مگر کئی باتوں کا ذکر کر دینا، اور ان کو قرآن وحدیث سے ثابت کر دینا ضروری ہے اور باقی باتیں اُن سے لوگ سمجھ لیں، سو اوّل بات یہ کہ ہر جگہ حاضر وناظر رہنا اور ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی، دور ہو یا نزدیک ہو، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اُجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں، یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں ہو جو کوئی کسی کا نام اُٹھتے بیٹھتے لیا کرے، اور دور ونزدیک سے پکارا کرے، اور بلا کے مقابلے میں اس کی دُہائی دیوے، اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے، اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے، یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اُس کا نام لیتا ہوں زبان یا دل سے، یا اُس کی صورت کا، یا اُس

قبر کا خیال باندھتا ہوں، تو وہیں اُس کو خبر ہو جاتی ہے، اور اُس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، اور جو مجھ پر احوال گذرتے ہیں، جیسے بیماری و تندرستی و کشائش و تنگی، مرنا و جینا، غم و خوشی، سب کی ہر وقت اُسے خبر ہے اور جو بات میرے منھ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے، اور جو خیال و وہم میرے دل میں گذرتا ہے، وہ سب سے واقف ہے، سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے، اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں، یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا، سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے، خواہ پیر و شہید سے، خواہ امام و امام زادہ سے، خواہ بھوت و پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا، اور اپنا حکم جاری کرنا، اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست اور بیمار کر دینا، فتح و شکست دینی، اقبال و ادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی بُرے وقت میں پہونچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے، اور کسی انبیاء اور اولیا کی، پیر و شہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں، جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے، اور اس سے مرادیں مانگے، اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے، اور اس کی منتیں مانے، اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، اور اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں، یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا، محض شرک ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے یا یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لیے خاص کیے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں، جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھکر کھڑے ہونا، اور اُس کے نام پر مال خرچ کرنا، اور اُس کے

نام کا روزہ، اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا، اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لیوے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں، اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا، اور نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا، اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا، اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا، اور اس کی طرف جانور لے جانے، اور وہاں منتیں ماننی، اس پر غلاف ڈالنا، اور اُس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی، اور التجا کرنی، اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی، اور ایک پتھر کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا، اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی، اور اس کے گرد روشنی کرنی، اور اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا، جیسے جھاڑو دینی، اور روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو غسل کا لوگوں کے لیے سامان درست کرنا، اور اس کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا، اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مویشی نہ چگانا، یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے بندوں کو بتائے ہیں، پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو، یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو، یا جھوٹی قبر کو، یا کسی کے تھان کو، یا کسی کے چلے کو، یا کسی کے مکان کو، کسی کے تبرک کو، یا نشان کو، یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع[1] کرے، یا اس کے نام کا روزہ رکھے[2]، یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے، یا جانور

---

[1] جس طرح عجمی ملکوں میں غلام اپنے آقا کے سامنے بادشاہوں کے دربار میں کھڑے ہوتے تھے۔

[2] معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اُمّت کے نیک افراد کے نام سے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت روزہ رکھنے کی بدعت زمانۂ قدیم سے رائج رہی ہے، کبھی کبھی تو محض خیالی شخصیت کے نام سے جس کا کہیں وجود ہی نہیں روزہ رکھا جاتا ہے، اس روزہ کی نیت اور افطار کے خاص احکام و آداب ہیں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کرکے جاوے، یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے، چادر چڑھاوے، ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے[1]، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور اس کے دن مقرر ہیں، ان روزوں کے واسطے سے جن بزرگوں کے نام سے وہ رکھے جاتے ہیں ضرورتوں کے پورا ہونے کی دعا کی جاتی ہے اور مدد طلب کی جاتی ہے۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ (متوفی ۱۰۳۴ھ) نے اپنے متبعین میں سے ایک نیک خاتون کے نام خط میں ان روزوں کی شناعت بیان فرمائی ہے، اور اس کو شرک فی العبادۃ یعنی عبادت میں خدا کا شریک کرنا قرار دیا ہے، مکتوب نمبر ۲ ر۱۴ مکاتیب حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ

[1] مُردوں اور قبروں کی تعظیم کے سلسلہ میں اہل غلو بزرگوں کی قبروں اور مزارات پر کپڑے اور چادر چڑھانے کے عادی ہوگئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو زندہ بزرگوں اور مشائخ کے ساتھ کیا جاتا ہے، یہ بدعت اب بعض عرب ملکوں میں بھی نمودار ہوئی ہے، شیخ علی محفوظ اپنی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع" میں فرماتے ہیں "قبروں پر پردے لٹکانا بھی بدعت ہے اس میں مقابلہ بھی ہوتا ہے" وہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ "قبروں کے مجاوروں کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی تاکہ ان کے حصول رزق کا دروازہ کھلے، اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ جب وہ قبر کی چادر بدلنا چاہتے ہیں یا وہ بوسیدہ ہوجاتی ہے تو عوام کو یہ سمجھاتے ہیں کہ اس کپڑے کی برکات بیان سے باہر ہیں یہ بیماریوں سے شفا دیتا ہے، حاسدوں کو ناکام بناتا ہے، روزی کو بڑھاتا ہے، ہر قسم کی بلا سے محفوظ رکھتا ہے، تمام خطرات سے مامون رکھتا ہے ان ترغیبات کے بعد بھولے بھالے عوام اس کے لینے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں، اور اس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لینے کے لیے روپیہ خرچ کرنا معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔

الابداع ص: ۹۶-۹۷

ان کی قبر کو بوسہ دیوے، مورچھل جھلے، اس پر شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کریں تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے[1] اس کو اشراك فی العبادة کہتے ہیں، یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی کی کرنی پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے، اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھلایا ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی کچھ تعظیم کرتے رہیں تاکہ ایمان بھی درست رہے اور ان کاموں میں بھی برکت ہووے، جیسے اڑے کام پر اللہ کی نذر ماننی، اور مشکل کے وقت اس کو پکارنا، اور ہر کام کا شروع اس کے نام سے کرنا، اور جب اولاد ہو تو اس کے شکر میں اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اس کا نام عبدالرحمن، عبداللہ، خدا بخش، اللہ دیا، امۃ اللہ، اللہ دی[2] رکھنا اور کھیت اور باغ میں سے تھوڑا بہت اس کے نام کا رکھنا اور دھن ریوڑ میں سے کچھ اس کی نیاز کر رکھنا اور جو جانور اس کے نام کے اس کے گھر کی طرف لے جائے ان کا ادب کرنا، یعنی نہ ان پر سوار ہونا، نہ لادنا اور کھانے پینے پہننے میں اس کے حکم پر چلنا، یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا، اور جو منع کیا اس سے دور رہنا اور برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے، جیسے قحط اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار، غمی و خوشی

---

[1] یہ ہندوستان کے جاہلوں اور غلو پسند لوگوں کی عادات ہیں۔

[2] مصنف نے اس موقع پر کچھ ایسے ناموں کا ذکر کیا ہے جو توحید باری پر اور صحیح عقیدہ کی علامت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے خدا بخش، اللہ دین، اور اللہ دیا، اور لڑکی کے لیے اللہ دی۔

یہ سب اس کے اختیار میں سمجھنا، اور اپنا ارادہ جس کام کا بیان کرنا تو پہلے اس کے ارادہ کا ذکر کر دینا جیسا یوں کہنا کہ اگر اللہ چاہے گا تو ہم فلانا کام کریں گے اور اس کے نام کو ایسی تعظیم سے لینا کہ جس میں اس کی مالکیت نکلے اور اپنی بندگی، جیسے یوں کہنا ہمارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق، اور جب کلام میں قسم کھانے کی حاجت ہو تو اسی کے نام کی قسم کھانی، سو اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں، پھر جو کوئی کسی انبیاء و اولیاء کی، اماموں اور شہدوں کی، بھوت و پری کی اس قسم کی تعظیم کرے، جیسے اڑے کام پر ان کی نذر ماننے، مشکل کے وقت ان کو پکارے، بسم اللہ کی جگہ ان کا نام لیوے، جب اولاد ہو ان کی نذر و نیاز کرے، اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، امام بخش، پیر بخش رکھے، کھیت و باغ میں ان کا حصہ لگا دے، جو کھیتی و باڑی میں سے آوے پہلے ان کی نیاز کر دے، جب اپنے کام میں لاوے، اور دھن اور ریوڑ میں سے ان کے نام کے جانور ٹھہراوے اور پھر ان جانوروں کا ادب کرے، پانی دانے پر سے نہ ہانکے، لکڑی پتھر سے نہ مارے اور کھانے پینے پہننے میں رسموں کی سند پکڑے کہ فلانے لوگوں کو چاہیے کہ فلانا کھانا نہ کھاویں، فلانا کپڑا نہ پہنیں، حضرت بی بی کی صحنک[1] مرد نہ کھاویں، لونڈی نہ کھاوے، جس عورت نے دوسرا خصم کیا ہو وہ نہ کھاوے، شاہ عبدالحق[2] کا توشہ حقہ پینے

---

[1] یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو ہندوستان میں بنت رسول حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نام پر پکایا جاتا ہے، یہ صرف عورتوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے، مرد نہ کھا سکتے ہیں نہ اس کے قریب جا سکتے ہیں۔

[2] مراد حضرت شیخ عبدالحق رُدولوی ہیں، جو ہندوستان میں چشتیہ صابریہ سلسلہ کے بڑے بزرگوں اور مصلحین میں سے ہیں، رُدولی میں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے، رُدولی اودھ کا ایک قصبہ ہے، توحید شریعت کی عظمت و پابندی، فرائض و سنن کے اہتمام، تبلیغ دعوت اور عزلت نشینی کے بلند مقام پر تھے، ۸۳۶ھ میں وفات پائی، ہندوستان کے غالی اور جاہل لوگوں نے ایک خاص قسم کا کھانا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والا نہ کھاوے اور برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے کہ فلانہ ان کی پھٹکار میں آکر دیوانہ ہو گیا اور فلانے کو انھوں نے راندا تو محتاج ہو گیا، اور فلانے کو نوازدیا تو اس کو فتح و اقبال مل گیا، اور قحط فلانے ستارے کے سبب سے پڑا، فلانا کام جو فلانے دن شروع کیا تھا یا فلانی ساعت میں سو پورا نہ ہوا یا یوں کہیں کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا، یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہو جائے گی، یا اس کے تئیں بولنے میں، یا معبود، داتا، بے پروا خداوند خدائے گان، مالک الملک شہنشاہ بولے، یا جب حاجت قسم کھانے کی پڑے تو پیغمبر کی، یا علی کی، یا امام کی، یا پیر کی، یا اُن کی قبروں کی قسم کھاوے، سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اور اس کو اشراک فی العادت کہتے ہیں، یعنی عادت کے کاموں میں جو اللہ کی تعظیم کرنی چاہیئے، غیر کی کرے، سو ان چاروں طرح کے شرک کا صریح بیان قرآن و حدیث میں ہے، سو اس لیے اس باب میں پانچ فصلیں کی ہیں، **فصل** پہلی میں ذکر ہے شرک کی برائی کا اور توحید کی خوبی کا، **فصل** دوسری میں ذکر ہے اشراک فی العلم کی برائی کا، **فصل** تیسری میں ذکر ہے اشراک فی التصرف کی برائی کا، چوتھی **فصل** میں ذکر ہے اشراک فی العبادت کی برائی کا، **فصل** پانچویں میں ذکر ہے اشراک فی العادت کی برائی کا،

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ایجاد کر لیا ہے، جس کا نام "توشہ عبد الحق" رکھا ہے، یہ کھانا میدہ اور شکر ملا کر بنتا ہے، اس کے خاص لوازم و آداب ہیں جن کا بڑی سختی کے ساتھ خیال رکھا جاتا ہے،

الفصلُ الاوّل

الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک

فصل پہلی بچنے میں شرک سے یعنی اس فصل میں مجمل شرک کی برائی کا ذکر ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ نساء
"اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ	میں بیشک اللہ نہیں بخشتا یہ کہ شریک
اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ	ٹھہراوے اس کا اور بخشتا ہے سوا
مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ	اس کے جس کو چاہے اور جس نے
یَّشَاءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ	شریک ٹھہرایا اللہ کا سو بیشک
بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝ (سورۂ نساء، آیۃ ۱۱۶)	راہ بھولا دور بھٹک کر۔

ف:۔ یعنی اللہ کی راہ بھولنا یوں بھی ہوتا ہے کہ حرام و حلال میں امتیاز نہ کرے، چوری بدکاری میں گرفتار ہو جاوے، نماز روزہ چھوڑ دیوے، جورو بچوں کا حق تلف کرے، ماں باپ کی بے ادبی کرے، لیکن جو شرک میں پڑا وہ سب سے زیادہ بھولا، اس لیے کہ وہ ایسے گناہ میں گرفتار ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہ بخشے گا، اور سارے گناہوں کو اللہ تعالیٰ شاید بخش بھی دیوے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک نہ بخشا جاوے گا، جو اس کی سزا ہے مقرر ملے گی پھر اگر پرلے درجے کا شرک ہے کہ آدمی جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہے گا، نہ اس سے کبھی باہر نکلے گا، نہ اس میں کبھی آرام پاوے گا، اور جو اس سے ورلے درجہ کے شرک ہیں ان کی سزا جو اللہ کے یہاں مقرر ہے سو پاوے گا

اور باقی جو گناہ ہیں ان کی جو کچھ سزائیں اللہ کے یہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں چاہے دیوے چاہے معاف کرے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک سے کوئی بڑا گناہ نہیں، اس کی مثال یہ کہ بادشاہ کی تقصیریں اس کی رعیت کے لوگ جتنی کریں، جیسے چوری، قزاقی، چوکی پہرے کے وقت سو جانا، دربار کے وقت کو ٹال جانا، لڑائی کے میدان سے ٹل جانا، سرکار کے پیسہ پہنچانے میں قصور کرنا، علی ہذا القیاس ان سب کی سزائیں بادشاہ کے ہاں مقرر ہیں، مگر چاہے تو پکڑے اور چاہے تو معاف کر دیوے، اور ایک تقصیریں اس ڈھب کی ہیں کہ جن میں بغاوت نکلتی ہے، جیسے کسی امیر یا وزیر یا چودھری قانون گو کو یا چوہڑے چمار کو بادشاہ بناوے، یا اس کے واسطے تخت و تاج تیار کر رکھے، یا اس کے تئیں ظل سبحانی بولے، یا اس کے تئیں بادشاہ کا سا مجرا کرے، یا اس کے لیے ایک دن کا جشن[1] ٹھہراوے اور بادشاہ کی نذر دیوے[2]، یہ تقصیر سب تقصیروں سے بڑی ہے، اس

---

[1] ہندوستانی بادشاہوں نے کچھ خاص دن مقرر کر رکھے تھے جن میں جشن منایا جاتا تھا، اس دن بادشاہ غریبوں اور ضرورت مندوں کو صدقات و خیرات تقسیم کرتے تھے، انھیں خاص دنوں میں ایک دن وہ بھی تھا جس دن بادشاہ تخت شاہی پر بیٹھا تھا، اس دن بادشاہ سونے چاندی سے تولا جاتا تھا اور پھر وہ سونا چاندی غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، پھر اس دن سے تاریخ بیان ہوتی تھی، چنانچہ کہا جاتا تھا تخت نشینی کے سال سے اتنے دنوں قبل یا بعد، یہ جشن بادشاہ کے شعار میں شامل ہو گیا تھا، اور شان و شوکت کا شاندار مظاہرہ ہوتا تھا، یہ دن تخت نشینی اور تاج پوشی کے لیے خاص تھا، اس میں رعیت کا کوئی فرد شریک نہیں ہو سکتا تھا۔

[2] ہندوستان کے مغل اور غیر مغل بادشاہوں کا معمول تھا کہ حکام اور محل شاہی نیز رعیت کے خواص بادشاہ کو نقد نذرانہ پیش کرتے تھے، وہ اس کو داہنے ہاتھ میں رکھتے تھے، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی سزا مقرر اس کو پہنچتی ہے، اور جو بادشاہ اس سے غفلت کرے اور ایسوں کو سزا نہ دلوے اس کی بادشاہت میں قصور ہے، چنانچہ عقل مند لوگ ایسے بادشاہ کو بے غیرت کہتے ہیں، سو اس مالک الملک شہنشاہ غیور سے ڈرا چاہیے کہ پرلے سرے کا زور رکھتا ہے اور ویسی غیرت، سو مشرکوں سے کیوں کر غفلت کرے گا اور کس طرح ان کو ان کی سزا نہ دے گا، اللہ سب مسلمانوں پر رحمت کرے اور ان کو شرک کی آفت سے بچاوے، آمین۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی	اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ لقمان
وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ	میں جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو
وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ	اور وہ نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے
بِاللّٰهِ ۭاِنَّ الشِّرْكَ	میرے مت شریک بنا اللہ کا بیشک
لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان، آیۃ ۱۳)	شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ نے لقمان کو عقل مندی دی تھی، سو انھوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دیدیا، جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار[1] کے سر پر

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور خاص آداب و طریقہ کے ساتھ بادشاہوں کو پیش کرتے تھے، بادشاہ سلامت اس کو قبول فرماتے یا اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے اور پھر ان کو واپس کر دیتے، وہ لوگ اسے تبرک بنا لیتے اور اس کو بڑا شرف تصور کرتے، اس کا نام "نذر" رکھتے تھے یہ سلطنت و بادشاہت کا شعار سمجھا جاتا تھا اور رعیت کی وفاداری، تعظیم اور اخلاص و محبت کی علامت تصور کیا جاتا تھا۔

[1] حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ نے جن کی ولایت و بزرگی پر مسلمانوں کے تمام حلقے علاقے اور عامۃ المسلمین متفق ہیں، ایک بڑی حکیمانہ مثال سے اس کی وضاحت کی ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رکھ دیجیے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، ایسے ہی عقل کی راہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور جو لوگ مصائب کو دور کرنے یا کسی طرح کا نفع حاصل کرنے کی خاطر غیر اللہ کا سہارا لیتے ہیں، ان کی حماقت اور بے وقوفی کا نقشہ کھینچ دیا ہے، فرماتے ہیں:

"تمام مخلوق کو ایک ایسا آدمی سمجھو جس کے ہاتھ ایک نہایت عظیم و وسیع مملکت کے بادشاہ نے جس کی فرماں روائی عظیم ہے، اس کا غلبہ اور طاقت ناقابل قیاس ہے، باندھ دیے ہوں پھر اس بادشاہ نے اس آدمی کے گلے میں پھندا ڈال دیا ہے، اور اس کے پیر بھی باندھ دیے۔ اس کے بعد صنوبر کے ایک ایسے درخت پر لٹکا دیا ہے جو ایسی ندی کے کنارے ہے جس کی موجیں زبردست، چوڑائی بہت، گہرائی بے پناہ، اور جس کا بہاؤ نہایت تیز و تند ہے، اس کے بعد بادشاہ خود ایک ایسی کرسی پر بیٹھ گیا ہے جو بڑی شاندار اور بہت بلند ہے اتنی کہ اس تک پہنچنے کا ارادہ کرنا اور پہنچنا محال ہے، اس بادشاہ نے اپنے پہلو میں تیروں، نیزوں، برچھیوں، بھالوں، اور دیگر قسم قسم کے ہتھیاروں اور اوزاروں کا اتنا بڑا ذخیرہ رکھ لیا ہے کہ اس کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا،

اب جو شخص اس منظر کو دیکھے کیا اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ بادشاہ کی طرف دیکھنے کے بجائے، اس سے ڈرنے اور امید لگانے کے بجائے، اس سولی پر لٹکے ہوئے شخص سے ڈرے اور اس سے امید لگائے، جو شخص ایسا کرے کیا وہ ہر ذی عقل کے نزدیک بے عقل، مجنون اور انسان کے بجائے جانور کہلانے کا مستحق نہیں،

(فتوح الغیب المقالۃ السابعۃ عشرۃ)

سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے اور یہی حق ہے اس واسطے کہ آدمی میں بڑا سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے، سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اسی کی بے ادبی ہے،

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى	فرمایا اللہ تعالیٰ نے (یعنی سورۂ انبیاء میں)
"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ	اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی
مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ	رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بیشک
إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا	بات یوں ہے، کوئی ماننے کے لائق
فَاعْبُدُوْنِ ۝ (سورہ انبیاء، ع۲)	نہیں سوائے میرے، سو بندگی کرو
	میری۔

ف: یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوائے کسی کو نہ ماننے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہے، سو یہی راہ نجات کی ہے۔ اس کے سوائے سب راہیں غلط ہیں۔

وَأَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ	مشکوٰۃ کے باب الریاء میں لکھا ہے
أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ	کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہؓ
تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ	نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں بڑا بے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	پرواہوں، ساجھیوں میں سب سے
اللّٰهُ تَعَالٰى "أَنَا أَغْنَى	جو کوئی کرے کچھ کام کہ ساجھی کرے
الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ	اس میں میرے ساتھ اور کسی کو سو

مَن عمل عملاً اشرك	میں چھوڑ دیتا ہوں اس کو اور اس
فیہ معی غیری ترکتہ	کے ساجھے کو اور میں اس سے بیزار
وشرکہ وانا منہ بری ؑ۔	ہوں۔

ف: یعنی جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، سو میں یوں نہیں کرتا، میں بے پروا ہوں بلکہ جو کوئی کچھ کام میرے واسطے کرے اور غیر کو بھی اس میں شریک کر دے سو میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا بلکہ سارے ہی کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایک کام کرے اللہ کے واسطے پھر وہی کام کرے اور کسی کے واسطے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک جو عبادت اللہ کی کرے وہ بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں بلکہ اس سے بیزار ہے۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ	مشکوٰۃ کے باب الایمان بالقدر میں
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ تَفْسِیْرِ	لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا کہ
قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ	ابی بن کعبؓ نے اس آیت کی تفسیر
"وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ	میں کہ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ
اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ	اٰدَمَ فرمایا کہ اللہ نے اولاد آدم کی اکٹھی
قَالَ جَمَعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ اَزْوَاجًا	کی اور ان کی مثلیں لگائیں پھر ان کی
ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَاسْتَنْطَقَهُمْ	صورت بنائی پھر ان کو بولنے کی طاقت
فَتَكَلَّمُوْا ثُمَّ اَخَذَ عَلَیْهِمُ الْعَهْدَ	دی، سو وہ بولنے لگے پھر ان سے
وَالْمِیْثَاقَ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰی	قول وعہد لیا اور ان کی جان پر ان سے
اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا	اقرار کروایا کہ کیا میں نہیں ہوں رب

بلیٰ ط قال فانی اشھد علیکم	تمہارا، بولے کیوں نہیں، فرمایا سو میں
السمٰوٰت السبع والارضین	گواہ کرتا ہوں تم پر ساتوں آسمانوں
السبع واشھد علیکم اباکم	اور ساتوں زمینوں کو، اور تمہارے
اٰدم شھدنا ان تقولوا	باپ آدم کو، اس واسطے کہ کہیں کہنے
یوم القیٰمۃ انا کنا عن	لگو قیامت کے دن کہ ہم نہ جانتے
ھٰذا غٰفلین لم نعلم بھٰذا	تھے، سو جان رکھو کہ بیشک بات یوں
اعلموا انہ لا الٰہ غیری	ہے کہ نہیں کوئی حاکم سوائے میرے
ولا رب غیری ولا تشرکوا	اور مت شریک ٹھہراؤ میرا کوئی بیشک میں
بی شیئًا انی سارسل الیکم	اب بھیجوں گا طرف تمہارے رسول اپنے
رسلی یذکرونکم عھدی	کہ یاد دلادیں گے تم کو قول و قرار میرا،
ومیثاقی وانزل الیکم کتبی	اور اتاروں گا تم پر کتابیں اپنی، بولے
قالوا شھدنا بانک ربنا	اقرار کیا ہم نے کہ بیشک تو مالک ہمارا
والٰھنا لا رب لنا غیرک	ہے، اور حاکم ہمارا نہیں کوئی مالک
ولا الٰہ لنا غیرک	ہمارا تیرے سوائے، اور نہیں کوئی
	حاکم ہمارا تیرے سوا۔

ف: یعنی اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں فرمایا ہے اور جب نکالی تیرے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد، اور اقرار کروایا ان سے ان کی جانوں پر کہ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا، بولے کیوں نہیں، قبول کیا ہم نے اپنے ذمہ، پر یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں کہنے لگو قیامت کے دن کہ بیشک ہم اس بات سے غافل تھے، یا کہنے لگو کہ شرک تو کیا تھا ہمارے باپ داداؤں نے پہلے، اور ہم تھے پیچھے ان کے

سو کیا برباد کرتا ہے تو ہم کو ان جھوٹوں کے کام کے بدلے، یہ ترجمہ کلام اللہ کی آیت کا ہے، سو اس کی تفسیر میں اُبیّ بن کعبؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری اولادِ آدمؑ کی اکٹھی کی ایک جگہ اور ان کی جدا جدا مثلیں لگائیں، جیسے پیغمبروں کی جدا مثل اور اولیاء کی اور شہیدوں کی جدا مثل، اور نیک بختوں کی جدا مثل، اور حکم بردار لوگوں کی جدا مثل، اور بدکاروں کی جدا مثل، اور اسی طرح کافروں کی مثلیں لگائیں، جیسے یہود و نصاریٰ، اور مجوس و ہندو، وعلیٰ ہذا القیاس، پھر ان سب کی صورتیں بنائیں یعنی ہر کسی کی صورت جیسی دنیا میں بنائی منظور تھی ویسی ہی وہاں ظاہر کی کسی کو خوبصورت، کسی کو بدصورت، کسی سونکھا کسی کو گونگا کسی کو کانا، کسی کو اندھا، علیٰ ہذا القیاس پھر ان کو بولنے کی طاقت دی، پھر ان سب سے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا، کہ کیا میں تمہارا رب نہیں، سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے، پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو، اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو، سو ان سب نے ان سب کا قول و قرار کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس بات پر آسمان و زمین و آدم کو گواہ کیا اور یہ فرمایا کہ اس قول و قرار کے یاد دلانے کو پیغمبر آویں گے، اور کتابیں لاویں گے، سو ہر کسی نے جدا جدا اللہ کی توحید کا اقرار کیا، اور شرک کا انکار، سو شرک کی بات میں ایک دوسرے کی سند نہ پکڑنی چاہیے، نہ پیر کی، نہ استاد کی، نہ باپ دادوں کی، نہ کسی بادشاہ کی، نہ کسی مولوی کی، نہ کسی بزرگ کی، اور یہ جو کوئی خیال کرے کہ ہم تو دنیا میں اس بات کو بھول گئے، پھر بھولی بات کی کیا سند ہے، سو یہ خیال غلط ہے اس واسطے کہ بہت سی باتیں آدمی کو آپ کو یاد نہیں ہوتیں، پھر معتبر لوگوں کے کہنے سے یقین کرتا ہے، جیسے کسی کو اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں ہوتا پھر لوگوں ہی سے سنکر یقین کرتا ہے، اور اپنی ماں ہی کو ماں سمجھتا ہے، اور کسی کو ماں نہیں بتا سکتا، پھر اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے، کسی اور کو ماں بتا دے، تو اس کو سب لوگ

بُرا کہیں گے، اور جو وہ جواب دیوے کہ مجھے تو اپنا پیدا ہونا کچھ یاد نہیں کہ میں اس کو اپنی ماں جانوں تو سب لوگ اس کو احمق کہیں گے، اور بڑا بے ادب، تو جب عوام الناس کے کہنے سے آدمی کو بہت باتوں کا یقین آجاتا ہے، تو پھر پیغمبروں کی تو بہت بڑی شان ہے، ان کی خبر دینے سے کیونکر نہ یقین آوے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل توحید کا حکم اور شرک کا منع اللہ تعالیٰ نے ہر کسی سے عالم ارواح میں کہدیا ہے، اور سارے پیغمبر اسی کی تاکید کو آئے ہیں، اور ساری کتابیں اسی کے بیان میں اتریں، سو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا فرمانا، اور ایک سو چار کتاب آسمانی کا علم اسی ایک نکتہ میں ہے کہ توحید خوب درست کیجئے، اور شرک سے بہت دور بھاگئے، نہ اللہ کے سوا کسی کو حاکم سمجھئے کہ کسی چیز میں کچھ تصرّف کرتا ہے، نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہرائے کہ اس سے اپنی کوئی مراد مانگے، اور اپنی حاجت اس کے پاس لے جائے۔

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ	مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے
بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ	کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا کہ معاذ بن جبلؓ نے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ	نقل کیا کہ فرمایا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ
لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ	علیہ وسلّم نے نہ شریک ٹھہرا اللہ کا کسی
قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ۔	کو گو کہ مارا جاوے تو اور جلایا جاوے تو

ف:۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور اس سے نہ ڈر کہ شاید کوئی جن یا بھوت کچھ ایذا پہنچاوے، سو جیسا کہ مسلمان کو ظاہر کی بلاؤں پر صبر کرنا چاہیے اور ان کے ڈر سے اپنا دین نہ بگاڑنا چاہیے، اسی طرح جن اور بھوتوں کی بھی ایذا پر صبر کرنا چاہیے، اور ان سے ڈر کر ان کو نہ ماننا چاہیے، اور یہ سمجھنا چاہیے کہ فی الحقیقت تو ہر کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے مگر وہ ہی کبھی کبھی اپنے بندوں کو جانچتا ہے، اور بروں کے ہاتھ سے بھلوں کو ایذا پہنچاتا ہے

تاکہ کچوں اور پکوں میں فرق ہو جاوے، اور مومن اور منافق دونوں جدا جدا معلوم ہو جاویں سو جیسے ظاہر میں متقیوں کو فاسقوں کے ہاتھ سے اور مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادہ سے ایذا پہنچ جاتی ہے، اور ان کو وہاں صبر ہی کرنا پڑتا ہے، اور دین بگاڑنا نہیں پہنچتا۔ اسی طرح کبھی کبھی نیک آدمی کو جن اور شیاطینوں کے ہاتھ سے اللہ کے ارادہ سے ایذا پہنچ جاتی ہے، سو اس پر صبر ہی کرنا چاہیے اور ان کو ہرگز نہ ماننا چاہیے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شرک سے بیزار ہو کر اوروں کو ماننا چھوڑ دے، اور ان کی نذر و نیاز ماننے کو برا جانے، اور غلط غلط رسموں کو مٹانے لگے، اور اس میں اس کو کچھ نقصان مال کا یا اولاد کا یا جان کا پہنچ جاوے، یا کوئی شیطان کسی پیر و شہید کا نام لے کر ایذا دینے لگے، تو اس پر صبر کرے اور اپنی بات پر قائم رہے، اور یہ سمجھے کہ اللہ میرا دین جانچتا ہے، اور جیسے اللہ تعالیٰ ظالم آدمیوں کو ڈھیل دے کر پکڑتا ہے اور مظلوموں کو ان کے ہاتھ سے چھڑاتا ہے اسی طرح ظالم جنوں کو بھی اپنے وقت پر پکڑے گا اور نیک آدمیوں کو ان کی ایذا سے بچاوے گا۔

وَاَخْرَجَ الشَّيْخَانِ	مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا
عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ	ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	ابن مسعودؓ نے نقل کیا کہ ایک
قَالَ قَالَ رَجُلٌ	شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الذَّنْبِ	علیہ وسلم کون سا گناہ بہت بڑا
اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ	ہے اللہ کے نزدیک، فرمایا یہ کہ
قَالَ اَنْ تَدْعُوَ	پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح کا
لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ	ٹھہرا کر، اور حالانکہ اللہ ہی نے
خَلَقَكَ	تجھ کو پیدا کیا۔

ف :- یعنی جیسے کہ اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اللہ کے اختیار میں ہے سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر اس کو پکارتے ہیں، سو کسی اور کو اس طرح سمجھ کر پکارنا نہ چاہیئے کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے، اوّل تو یہ کہ یہ بات خود غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت بر لانے کی طاقت ہووے، یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو، دوسرے کہ ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے تمام کاموں پر اسی کو پکاریں، اور کسی سے ہم کو کیا کام[1]، جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا، تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے نہیں رکھتا، اور کسی چوہڑے چمار کا تو ذکر کیا ہے۔

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنِ النَّبِيِّ — ترجمہ مشکوٰۃ کے باب الاستغفار میں لکھا ہے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ — کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ انسؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر صلعم

---

[1] جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اور اس شرک میں نفع و نقصان پہنچانے، اور عطا کرنے اور نہ کرنے، دینے اور نہ دینے کی قدرت کا عقیدہ رکھتا ہے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے نہایت بلیغ انداز میں اس مشرکانہ عقیدہ کی شناعت بیان فرمائی ہے، شیخؒ نے فرمایا اے خدائے عزّ و جل سے روگردانی کرنے والے، اس کے بندگان صدیقین سے منھ موڑ کر مخلوق کی طرف متوجہ ہونے والے اور ان کو شریک ٹھہرانے والے، تو کب تک ان سے آس لگاتا رہے گا، وہ تجھے کیا نفع پہنچا سکتے ہیں، ان کی قدرت میں نہ نفع ہے اور نہ نقصان، وہ دے سکتے ہیں اور نہ روک سکتے ہیں، نفع و نقصان پہنچانے کے اعتبار سے ان میں اور دیگر جمادات میں کوئی فرق نہیں، خدا ایک ہے، نقصان پہنچانے والی ایک ہی ذات ہے، نفع پہنچانا ایک ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، چلانے اور روکنے والا ایک ہی ہے، غالب ایک ہی ہے، قابو میں لانے والا ایک ہی ہے، دینے اور نہ دینے والا ایک ہی ہے، پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا بس خدا ہی ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى	نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدمؑ کے
يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ لَقِيْتَنِيْ	بیٹے بیشک تو جو مجھ سے ملے دنیا بھر گناہ
بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا	لے کر، پھر ملے مجھ سے تو کہ نہ شریک ٹھہراتا
ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا	ہو میرا کسی کو، تو بیشک لے آؤں میں
اِلَّا اٰتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً ؕ	تیرے پاس بخشش اپنی دنیا بھر۔

ف: یعنی اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کیے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اسی میں ہے پھر یوں بھی سمجھے کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں سے ہوئے ہیں سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرے، لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اُتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں، جیسے کہ شرک کی شامت سے سب کام اچھے کام ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہی حق ہے کہ جب شرک سے آدمی پورا پاک ہوگا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک نہ سمجھے، اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جانے، اور یہ اس کے دل میں خوب ثابت ہو جاوے کہ اس کے تقصیروار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں، اور اس کے مقابل کسی کا زور نہیں چلتا، اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی، اور کوئی کسی کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا، سو جب یہ بات خوب اس کے دل میں ثابت ہو جاوے پھر جتنے گناہ اس سے ہوں گے سو بشریت کی راہ سے ہوں گے یا بھول چوک کر، اور ان گناہوں کا ڈر اس کے دل پر گھر رہا ہوگا، اور ان سے ایسا بیزار ہوگا اور شرمندہ کہ اپنی جان سے بھی تنگ ہوگا، اور بیشک ایسے آدمی پر اللہ کی رحمت آتی ہے، سو جوں جوں اس سے گناہ ہوں گے، اس کے موافق اس کی یہ حالت بڑھے گی، اور جس قدر کہ یہ حالت بڑھے گی اسی قدر اللہ کی رحمت بڑھے گی، سو یہ جان لینا چاہیے کہ جس

کی توحید کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے، جیسے رعیتی تقصیروار ہزار درجہ بہتر ہے باغی خوشامدی سے، کہ یہ اپنی تقصیر پر شرمندہ ہے، اور وہ اپنے فعل پر مغرور۔

الفصل الثانی

الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم

فصل دوسری بیان میں برائی شرک فی العلم

ف: یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے کہ جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى — فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ انعام

"وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ — میں کہ اسی کے پاس کنجیاں غیب کی

لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ" (سورہ انعام ع۷) — ہیں، نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔

ف: یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتادی ہیں، جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سننے کو، ناک سونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل سمجھنے کو، اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں، جیسے جب کچھ دیکھنے کو جی چاہا تو آنکھ کھول دی، نہ چاہا تو آنکھ بند کرلی، جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہوا منہ میں ڈال لیا، نہ ارادہ ہوا نہ ڈالا، سو گویا کہ ان چیزوں کے دریافت کرنے کو کنجیاں ان کو دی ہیں، جیسی جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے، جب چاہے تو کھولے، جب چاہے نہ کھولے، اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے، جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہیے کر لیجئے، یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے
کسی ولی و نبی کو، جن و فرشتے کو پیر و شہید کو، امام و امام زادے کو، بھوت و پری کو اللہ تعالیٰ نے
یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ
سے کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے، سو یہ اپنے ارادہ کے موافق، نہ ان کی خواہش پر،
چنانچہ حضرت پیغمبر صلعم کو بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ بعض بات کے دریافت کرنے کی
خواہش ہوئی اور وہ بات نہ معلوم ہوئی، پھر جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا تو ایک آن میں بتا دی،
چنانچہ حضرت کے وقت میں منافقوں نے حضرت عائشہ رض پر تہمت کی اور حضرت کو اس سے
بڑا رنج ہوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا پر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی، اور بہت فکر و غم میں
رہے، پھر جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا تو بتا دیا کہ وہ منافق جھوٹے ہیں اور حضرت عائشہ رض
پاک ہیں، سو یقین یوں رکھا چاہیئے کہ غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے، اس نے
کسی کے ہاتھ نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں، مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس
میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا، اس آیت سے معلوم
ہوا کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس کچھ ایسا علم ہے کہ جب چاہوں اس سے غیب کی
بات معلوم کروں اور آیندہ باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے، سو وہ بڑا جھوٹا ہے
کہ دعویٰ خدائی کا رکھتا ہے، اور جو کوئی کسی نبی ولی کو، یا جن و فرشتہ کو، امام و امام زادے کو،
پیر و شہید کو، یا نجومی و رمال یا جفار کو، یا فال دیکھنے والے کو، یا برہمن اشی کو، یا بھوت و پری
کو، ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، اور اس

ل بہت سے شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اثنا عشرہ علم غیب رکھتے تھے، انھیں پوشیدہ باتوں کا علم
ہوتا تھا، وہ باپ دادا سے اس عقیدہ کے معتقد ہوتے چلے آئے ہیں۔

آیت سے منکر، اور یہ جو وسواس آتا ہے کہ بعضے وقت کوئی نجومی، یا رمال، یا برہمن یا شگونی کچھ کہہ دیتا ہے اور وہ اسی طرح ہو جاتا ہے تو اس سے اُن کی غیب دانی ثابت ہوتی ہے، سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ بہت باتیں ان کی غلط بھی ہوتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ علم غیب ان کے اختیار میں نہیں، ان کی اٹکل کبھی درست ہوتی ہے، کبھی غلط، اور یہی حال ہے استخارہ اور کشف کا، اور قرآن مجید کی فال کا، لیکن پیغمبروں کی وحی میں کبھی غلطی نہیں پڑتی، سو وہ ان کے قابو میں نہیں، اللہ تعالیٰ جو آپ چاہتا ہے سو بتا دیتا ہے، اُن کی خواہش کچھ نہیں چلتی،

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝ (نمل آیت ۶۵)

کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ نمل میں، کہ کہو نہیں جانتے جتنے لوگ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں غیب کو، مگر اللہ اور نہیں خبر رکھتے کہ کب اُٹھائے جاویں گے۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلعم کو فرمایا کہ لوگوں سے یوں کہہ دیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن نہ کوئی چیز یعنی غیب کی بات کو جان لینا کسی کے اختیار میں نہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اچھے لوگ سب جانتے ہیں کہ ایک دن قیامت آوے گی، اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ کب آوے گی، سو ہر چیز کا معلوم کرنا جو ان کے اختیار میں ہوتا تو یہ بھی معلوم کر لیتے،

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ج وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ج وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ لقمان میں کہ بیشک کہ اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور وہی

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا	اتارتا ہے مینھ، اور جانتا ہے جو کچھ
تَکْسِبُ غَدًا وَمَا	کہ مادہ کے پیٹ میں ہے، اور نہیں جانتا کہ
تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ	کوئی کیا کرے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی
تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰہَ	کہ کس زمین میں مرے گا، بیشک اللہ
عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ؏ (لقمان ۳۴)	بڑا جاننے والا ہے خبردار۔

ف:۔ یعنی غیب کی باتوں کی سب خبریں اللہ ہی کو ہیں اور ان کا جان لینا کسی کا قابو نہیں چنانچہ قیامت کی خبر کہ اس کا آنا بہت مشہور ہے اور نہایت یقینی، اس کے بھی آنے کے وقت کی کسی کو خبر نہیں۔ پھر اور چیزوں کے ہونے کی خبر کا تو کیا ذکر ہے۔ جیسے کسی کی فتح کسی کی شکست، کسی کا بیمار ہونا کسی کا تندرست ہونا کہ یہ باتیں نہ تو قیامت کے برابر مشہور ہیں نہ ویسی یقینی، اور اسی طرح مینھ برسنے کے وقت کی خبر کسی کو نہیں، حالانکہ اس کا موسم بھی بندھا ہوا ہے، اور اکثر ان موسموں پر برستا بھی ہے، اور سارے نبی وولی، اور بادشاہ اور حکیم اس کی خواہش بھی رکھتے ہیں، سو اگر اس کے وقت معلوم کرنے کی راہ ہوتی تو کوئی البتہ پالیتا، پھر جو چیزیں کہ نہ ان کا موسم بندھا ہوا ہے نہ سب لوگ مل کر اس کی خواہش رکھتے ہیں، جیسے کسی شخص کا مرنا جینا، اولاد ہونی یا غنی وفقیر ہونا، یا فتح وشکست ہونی ہو سو ایسی چیزوں کی خبر کی راہ کیونکر پاسکیں، اور اسی طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اس کو بھی کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو، نر ہے یا مادہ، کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت، حالانکہ حکیم لوگ ان سب چیزوں کے اسباب لکھتے ہیں، پر کسی حال بالخصوص نہیں جانتے، تو اور چیزیں کہ آدمی میں چھپی ہیں جیسے خیالات وارادے اور نیتیں اور ایمان اور نفاق وہ تو کیونکر جان سکیں، اور اسی طرح جب کوئی اپنا حال نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا تو اور کسی کا کیونکر جان سکے، اور جب

اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا تو اور کسی کے مرنے کی جگہ یا وقت کیونکر جان سکے، غرضکہ اللہ کے سوا کوئی کچھ آیندہ کی بات اپنے اختیار سے نہیں جان سکتا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں، کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے، کوئی استخارہ[1] کے عمل سکھاتا ہے، کوئی تقویم اور پترہ نکالتا ہے، کوئی رمل کا قرعہ پھینکتا ہے، کوئی فال نامہ[2] لیے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز، ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیے، لیکن جو شخص آپ دعویٰ غیب دانی کا نہ رکھتا ہو اور غیب کی بات معلوم کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہو

---

[1] ہندوستان اور بیرون ہند بھی لوگوں کی یہ عادت رہی ہے کہ جب کسی معاملہ میں تردّد ہوتا صحیح صورت واضح نہ ہوتی تو اس کے کرنے نہ کرنے کے سلسلہ میں فال نکالا کرتے تھے، اس کی ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ کسی ایسے مصنف کی کتاب جس سے ان کو حسن عقیدت ہوتی ہے اس کی روحانیت کے قائل ہوتے، لے کر اچانک بغیر کسی انتخاب کے کھولتے ہیں اور جس صفحہ کو کھولا ہے اس میں جو عبارت سامنے آتی ہے اسی سے فال لیتے ہیں اور پھر اس سے کام کرنے یا نہ کرنے کا قطعی فیصلہ کرتے ہیں، ایران اور ہندستان کے لوگ ایران کے مشہور شاعر حافظ شیرازی م سنہ ۹۲۴ھ کے "دیوان حافظ" پر فال لینے کے سلسلہ میں زیادہ اعتماد کرتے ہیں، جس کو وہ فال دیکھنا کہتے ہیں۔

[2] غیب کی باتوں کو بتانے کے دعویداروں میں شیعہ حضرات کے فرقہ امامیہ اور استخارہ کے ذریعہ خبر دینے والے بعض غالی صوفیوں نے بہت غلو سے کام لیا ہے، اور اس کے مختلف طریقے اپنائے ہیں، یہ لوگ مہمل کاموں اور حرکات و سکنات میں بھی اسی پر بھروسہ کرتے ہیں، انھیں یقین ہوتا ہے کہ اس میں کبھی غلطی نہیں ہو سکتی، مؤلف "تقویۃ الایمان" نے انہی کی طرف اشارہ کیا ہے استخارہ کا مسنون طریقہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بتاتے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے طلب خیر اور دعا کا ایک طریقہ ہے۔

بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ کچھ بات کبھی اللہ کی طرف سے مجکو معلوم ہوتی ہے، سو وہ میرے اختیار میں نہیں، کہ جو بات میں چاہوں تو معلوم کروں، یا جب میں چاہوں تو دریافت کروں، تو یہ بات ہوسکتی ہے شاید وہ سچا ہو یا مکار،

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى	اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ
وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ	احقاف میں اور کون زیادہ گمراہ
يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	ہوگا اس شخص سے کہ پکارتا ہے
مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ	وے اللہ سے ان لوگوں کو کہ نہ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ	قبول کریں گے اس کی بات قیامت
عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝	کے دن تک، اور وہ اس کے
(سورۂ احقاف، آیت۵)	پکارنے سے غافل ہیں،

ف: یعنی شرک کرنے والے بڑے احمق ہیں، کہ اللہ سے قادر علیم کو چھوڑ کر اوروں کو پکارتے ہیں، کہ اول تو ان کا پکارنا سنتے ہی نہیں، اور دوسرے کچھ قدرت نہیں رکھتے، اگر کوئی قیامت تک ان کو پکارے تو وہ کچھ نہیں کر سکتے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں، اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو، کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے، اور پھر یوں سمجھے کہ ہم نے شرک نہیں کیا، اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی[1] ہے، سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی

---

[1] اخیر زمانہ میں لوگوں میں اہل قبور سے مدد مانگنے اور ان سے دعا چاہنے کا غلط رواج پڑ گیا، بعض بزرگوں نے اس میں اس خیال سے وسعت دے دی کہ یہ صاحب قبر کی روحانیت سے استفادہ اور اس سے دعا کی محض درخواست ہی تو ہے (اس سے زیادہ تو کوئی چیز نہیں) فقہائے محققین اور مخلص صوفیا نے اس سے منع فرمایا ہے کہ یہ فتنہ کا سبب ہوسکتا ہے کہ یہ بہت نازک اور غلط فہمی میں ڈالنے

راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ہو جاتا ہے، کہ ان کو ایسا سمجھو کہ دور سے اور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جب ہی اُن کو اس طرح پکارا اور حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو اللہ کے ورے ہیں یعنی مخلوق سو وہ ان کے پکارنے والوں کے پکارنے سے غافل ہیں،

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قُلْ	اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ اعراف
لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ	میں کہہ کہ نہیں اختیار رکھتا میں اپنی
لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ	جان کے کچھ نفع و نقصان کا، مگر جو کچھ

والی بات ہے، صورت مذکورہ میں مقصود اور غیر مقصود میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے۔ یہ اندیشہ ہے کہ عوام شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں، اور مُردوں سے مدد طلب کرنے لگیں۔ اس لیے کہ عقیدۂ اسلام میں حسی اور طبعی و عادی امور کے علاوہ چیزوں میں صرف خدا ہی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے اور اس کا سہارا لیا جا سکتا ہے، بہت پہلے یہ بات پیش آ چکی ہے اور اس زمانہ کے علماء نے اس پر گفت گو فرمائی ہے، علامہ عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ جو محدث اور فقیہ و صوفی ہیں اور اس طرح کے مسائل میں ان کی رائے توسع کی ہے وہ مشکوٰۃ شریف کے فارسی حاشیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں اگر قبروں کی زیارت کرنے والے خدا کی طرف توجہ گڑگڑاہٹ تضرع کو چھوڑ کر اہل قبور کی طاقت تصرف اور قدرت مستقلہ کا عقیدہ رکھتے ہیں جیسا عوام الناس جاہل اور نادان لوگ کرتے ہیں وہاں جا کر حرام کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن سے دین اسلام نے روکا ہے، مثلاً قبر کو بوسہ دینا، اس کو سجدہ کرنا اس کے سامنے نماز پڑھنا یا اور کوئی ایسا کام کرنا جس کی شریعت میں ممانعت ہے اور اس سے ڈرایا گیا ہے یہ ممنوع حرام اور غلط عقیدہ ہے۔ (اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد قصہ قتلی بدر) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ متوفی ۱۲۳۹ھ فرماتے ہیں کہ "نیک لوگوں کی روحوں سے مدد طلب کرتے ہیں مسلمانوں کی بڑی تعداد حد سے تجاوز کر گئی ہے اس سلسلہ میں جاہل لوگ اور عوام جو کچھ کرتے ہیں، ہر کام میں ان کی قدرت و دخل اندازی کا جو عقیدہ رکھتے ہیں یہ کھلا ہوا شرک ہے۔"
(مجموعہ فتاویٰ شیخ عبدالعزیز ص ۱۲۱)

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ	کہ چاہیے اللہ، اور جو جانتا میں غیب
لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ	تو بیشک بہت سی لے لیتا میں
وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا	بھلائی، اور نہ چھوتی مجھ کو کچھ برائی میں
اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ	تو فقط ڈرانے والا ہوں، اور خوشخبری
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۵	سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین
(سورہ اعراف ۱۸۸)	رکھتے ہیں۔

ف: یعنی سب انبیاء اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلّم تھے اور لوگوں نے انھیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے، انھیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انھیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی، تو اسی لیے انھیں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے آگے صاف بیان کردیں سب لوگوں کا حال معلوم ہو جاوے، سو انھیں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں، تو دوسرے کا کیا کرسکوں اور غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کرلیتا اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا، اور اگر بُرا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا، غرض کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں، اور کچھ خدائی کا دعویٰ نہیں رکھتا، فقط پیغمبری کا دعویٰ ہے، اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ بُرے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوش خبری سنا دیوے، سو یہ بھی انھیں کو فائدہ کرتی ہے کہ جن کے دل میں یقین ہے، اور دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و اولیا کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور بُرے بھلے کاموں سے واقف ہیں، سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور

اللہ اُن کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے، بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہوجاتے ہیں اور اس بات کی اُن میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں۔ یا اولاد دیویں، یا مشکل کھول دیویں، یا مرادیں پوری کر دیویں، یا فتح و شکست دیویں۔ یا غنی و فقیر کر دیں۔ یا کسی کو بادشاہ کر دیویں یا کسی کو امیر وزیر۔ یا کسی سے بادشاہت یا امارت چھین لیویں۔ یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں، یا کسی کا ایمان چھین لیویں۔ یا کسی بیمار کو تندرست کر دیویں، یا کسی سے تندرستی چھین لیویں، کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب دانی ان کے اختیار میں دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کرلیں، یا جس غیب کا احوال جب چاہیں معلوم کرلیں، کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا، یا کس شہر میں ہے، یا کس حال میں، یا جس آیندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کرلیں کہ فلانے کے ہاں اولاد ہوگی، یا اس سوداگری میں اس کو نفع ہوگا یا نہ ہوگا، یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست، کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں، اور نادان، سو جیسے سب لوگ کبھی کچھ بات عقل سے یا قرینہ سے کہہ دیتے ہیں پھر کبھی ان کی بات موافق پڑ جاتی ہے، اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں سو اس میں کبھی درست ہوجاتی ہے کبھی چوک، ہاں مگر جو اللہ کی طرف سے وحی یا الہام ہو اس کی بات نرالی ہے مگر وہ ان کے اختیار میں نہیں۔

اَخرَجَ البخاری عن الرُّبَیِّعِ	مشکوٰۃ کے باب اعلان النکاح
بنت مُعَوِّذ بن عفـــراءَ	میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ
قالت جاءَ النبی صلی اللّٰہ	ربیع نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ

عليه وسلم فدخل حين بنى عليّ فجلس على فراشي كمجلسك مني فجعلت جويريات لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل من آبائي يوم بدر إذ قالت إحداهن وفينا نبيٌّ يعلم ما في غدٍ فقال دعي هذه وقولي بالذي كنتِ تقولين۔

علیہ وسلم آئے پھر گھر میں داخل ہوئے جب شادی ہوئی تھی میری، پھر بیٹھے میرے پاس مسند پر جیسا تو بیٹھا ہے میرے پاس ہو وہیں شروع کیا کچھ چھوکریوں ہماری نے کہ دف بجانے لگیں اور مذکور کرنے لگیں ان لوگوں کا کہ مارے گئے تھے ہمارے بڑے بوڑھے بدر میں، سو ایک کہنے لگی کہ ہم میں ایک نبی ایسا ہے کہ جانتا ہے کل کی بات، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات چھوڑ دے اور وہی کہہ جو کہتی تھی۔

ف: یعنی ربیع ایک بی بی تھیں انصار میں سے ان کی شادی میں پیغمبر خدا تشریف لائے اور اُن کے پاس آ بیٹھے سو اُن لوگوں کی کئی چھوکریاں کچھ گانے لگیں کہ اس میں پیغمبر خدا کی تعریف میں یہ بات کہی کہ ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آیندہ باتیں جانتے ہیں، سو اس کو پیغمبر خدا نے منع کیا اور فرمایا کہ یہ بات مت کہہ اور جو کچھ پہلے گاتی تھیں وہی گائے جاوے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انبیاء و اولیاء یا امام یا شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں، بلکہ حضرت پیغمبر کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے، اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے، اور

یہ جو شاعر لوگ پیغمبر خدا کی تعریف میں یا اور انبیاء و اولیا یا بزرگوں کی، یا پیروں کی، یا استادوں کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں اور حد سے گذر جاتے ہیں اور خدا کے سے اوصاف ان کی تعریفوں میں بیان کرتے ہیں، اور پھر یوں کہتے ہیں کہ شعر میں مبالغہ ہوتا ہے، یہ سب بات غلط ہے کہ پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا، چہ جائے کہ عاقل مرد اس کو کہے یا سن کر پسند کرے۔

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ	مشکوٰۃ کے باب میں رویۃ اللہ عز
عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا	وجل میں لکھا ہے کہ بخاری نے
قَالَتْ مَنْ اَخْبَرَکَ اَنَّ	ذکر کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	نے کہا کہ جو کوئی خبر دے تجھکو کہ حضرت
وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ	پیغمبر خدا جانتے تھے وہ پانچ باتیں
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ	کہ اللہ نے مذکور کی ہیں۔ سو بیشک
عِلْمُ السَّاعَۃِ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَۃَ	بڑا طوفان باندھا۔

ف:- یعنی وہ پانچ باتیں کہ سورۂ لقمان کے آخر میں مذکور ہیں اور اس کی تفسیر اس فصل کے اول گذر گئی کہ جتنی غیب کی باتیں ہیں۔ سو انھیں پانچ میں داخل ہیں، سو جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا وہ پانچوں باتیں جانتے تھے، یعنی سب غیب کی باتیں جانتے تھے۔ سو وہ بڑا جھوٹا ہے، بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں۔

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ	مشکوٰۃ کے باب البکاء والخوف میں
قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ نقل
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ، وَاللّٰہِ	کیا ام العلاء نے کہا کہ پیغمبر خدا
اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ	صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اللہ کی

مـا یفعــل بی ولا بکمۡ کہ نہیں جانتا میں حالانکہ میں
رسول، اللہ کا ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا
مجھ سے اور کیا تم سے،

ف:- یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا، اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی سے یا الہام سے بتائی کہ فلانے کام کا انجام بخیر ہے یا بُرا، سو وہ بات مُجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی اُن کے اختیار سے باہر ہے۔

الفصل الثالث

الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف

فصل تیسری اشراک فی التصرف کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

ف: یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا ذکر ہے کہ جس سے اشراک فی التصرف کی برائی ثابت ہوتی ہے:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ
مَنْ بِیَدِہٖ	مومنون میں کہہ کون ہے وہ
مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ	شخص جس کے ہاتھوں میں ہے
ھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ	قابو ہر چیز کا، اور وہ حمایت
اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ	کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی
سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ	نہیں حمایت کرتا جو جانتے ہو وہی
قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ ۔	کہدیں گے کہ اللہ ہی ہے پھر کہاں
(سورۂ مومنون: ۸۸-۸۹)	سے خبط میں پڑ جاتے ہو۔

ف: یعنی جس سے پوچھئے کہ ایسی شان کس کی ہے کہ ہر چیز اس کے قابو میں ہے جو چاہے سو کر ڈالے، اس کا ہاتھ کوئی پکڑ نہ سکے، اور اس کی حمایت میں کوئی بات ٹل نہ سکے، اور اس کے تقصیروار کو کہیں پناہ نہ مل سکے، اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت چل نہ سکے، سو ہر کوئی یہی جواب دے گا کہ ایسی شان اللہ کی ہے، سو سمجھا چاہئیے کہ پھر

اور کسی سے مرادیں مانگنی محض خبط ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کافر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے اسی سے کافر ہو گئے، سواب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں کرنے والا اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سواب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے،

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ جن
قُلْ لَآ اَمْلِكُ	میں کہہ کہ بیشک میں نہیں اختیار
لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝	رکھتا تمہارے کچھ نقصان کا نہ
قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ	فائدے کا کہہ کہ بیشک مجھکو ہرگز نہ
مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ	بچاوے گا اللہ سے کوئی اور ہرگز نہ
اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝	پاؤں گا ورے اس کے کوئی بچاؤ۔

(سورۂ جن ۲۱-۲۲)

ف: یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ لوگوں کو سنا دیویں کہ تمہارے نفع و نقصان کا کچھ مالک نہیں اور تم مجھ پر ایمان لائے اور میری اُمت میں داخل ہوئے، ہو اس پر مغرور ہو کر حد سے نہ بڑھنا کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے، اور ہمارا وکیل زبردست ہے، اور ہمارا شفیع بڑا محبوب، سو جو ہم چاہیں سو کریں وہ ہم کو اللہ کے عذاب سے بچا لے گا، کیونکہ یہ بات بالکل غلط ہے اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی کہیں بچاؤ نہیں جانتا، سو دوسرے کو کیا بچا سکوں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو عوام الناس اپنے پیروں، شہیدوں کی حمایت پر بھروسہ کر کے اللہ کو بھول جاتے اور اس کے احکام کی تعظیم نہیں

کرتے محض گمراہ ہیں، کہ سب پیروں کے پیر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم رات دن اللہ سے ڈرتے تھے، اس کی رحمت کے سوائے کسی طرف اپنا بچاؤ نہیں سمجھتے تھے پھر اور کسی کا تو کیا ذکر ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ
وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ	نحل میں اور پوجتے ہیں ورے اللہ
اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَھُمْ	کے ایسوں کو کہ نہیں اختیار رکھتے
رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ	ان کی روزی کا آسمانوں سے اور
وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۷۳﴾	نہ زمین سے کچھ اور نہیں طاقت رکھتے

(سورۂ نحل: آیت ۷۳)

ف:۔ یعنی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں ایسے لوگوں کی کہ ان کا کچھ اختیار نہیں اور ان کی روزی پہونچانے میں کچھ دخل نہیں رکھتے، نہ آسمان سے مینھ برساویں نہ زمین سے کچھ اگاویں، اور ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء یا امام و شہیدوں کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت تو ہے لیکن اللہ کی تقدیر پر وہ شاکر ہیں، اور اس کے ادب سے وہ دم نہیں مارتے، اگر چاہیں تو ایک دم میں الٹ پلٹ کر دیں، لیکن شرع کی تعظیم کر کے چپ بیٹھے ہیں، سو یہ بات سب غلط ہے بلکہ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں،

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ
وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ	یونس میں، اور مت پکارے ورے
مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا	اللہ کے ایسوں کو کہ نہ فائدہ دیویں
یَضُرُّکَ فَاِنْ	تجھ کو نہ نقصان سو اگر کیا تو نے

فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (سورہ یونس) — یہ تو بیشک تو ناانصاف ہے؛

ف:- یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے، کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے،

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى،	اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ
قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ	سبا میں کہ کہہ بھلا پکارو تو ان
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ	لوگوں کو کہ خیال کرتے ہو ورے
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ	اللہ سے سو وہ نہیں اختیار رکھتے
وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ	ایک ذرہ بھر آسمانوں میں، اور نہ
فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ	زمینوں میں اور نہیں ان کا دونوں
مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○	میں ساجھا کچھ، اور نہیں اللہ کا ان
وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ	میں سے کوئی بازو، اور نہیں
اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰى	کام آتی سفارش اس کے رو برو مگر
اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ	جس کو پروانگی دے، یہاں تک کہ جب
قَالُوْا مَاذَا قَالَ	گھبراہٹ دور ہوتی ہے ان کی
رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ	دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا
الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ط	تمہارے رب نے، کہتے ہیں کہ حق
(سورہ سبا: آیت ۲۲-۲۳)	اور وہی ہے بلند بڑا۔

ف:- یعنی جو کوئی کسی سے مراد مانگتا ہے اور مشکل کے وقت پکارتا ہے،

اور وہ اس کی حاجت روا کر دیتا ہے، سو یہ بات اسی طرح ہوتی ہے کہ یا تو وہ خود مالک ہو یا مالک کا ساجھی یا مالک پر اس کا دباؤ ہو، جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ دب کر مان لیتا ہے، کیونکہ وہ اس کے بازو ہیں اور اس کے سلطنت کے رکن، ان کے ناخوش ہونے سے سلطنت بگڑتی ہے، یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور وہ اس کی سفارش خواہ نخواہ قبول کرلے، پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش، جیسے بادشاہ زادی یا بیگمات کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان کی سفارش رد نہیں کرتا سو چار ناچار ان کی سفارش قبول کر لیتا ہے، سو جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا یہ لوگ پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، سو نہ تو وہ مالک ہیں آسمان اور زمین میں ایک ذرہ بھر چیز کے، اور نہ کچھ ان کا ساجھا ہے اور نہ اللہ کی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اس کے بازو، کہ ان سے دب کر ان کی بات مان لے، اور نہ بغیر پروانگی سفارش کر سکتے ہیں کہ خواہ نخواہ اس سے دلوا دیں، بلکہ اس کے دربار میں اُن کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے، بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے، اور جب اُس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں، سوائے آمنّا وصدّقنا کے کچھ کہہ نہیں سکتے، پھر بات لِلّٰہ کا تو کیا ذکر اور کسی وکالت اور حمایت کرنے کی کیا طاقت، اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہئے کہ اکثر لوگ انبیاء اور اولیاء کی شفاعت پر بھول رہے ہیں، اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں، سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہئے سو سُننا چاہئے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے یہاں کسی شخص کی

چوری ثابت ہوجاوے اور کوئی امیر وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچا لیوے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کی آئین کی موافق اس کو سزا پہونچتی ہے، مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگذر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جاویں، اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعتِ وجاہت کہتے ہیں، یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے، سو وہ اصل مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے معنے کچھ بھی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں، ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے اور ایک دم میں سارا سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے[۱] اور ایک اور ہی عالم اس جگہ

---

[۱] اللہ تعالیٰ کی عظمت وبڑائی تمام مخلوق سے اس کی بے نیازی وجبروتیت کے سامنے بڑے بڑے اولیاء اور عارفین خوف سے لرزہ براندام رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادۂ قاہرہ کے سامنے اپنی حواس باختگی اور خوف وخشیت ظاہر کرتے ہیں، انہیں عارفین میں سے ہندوستان کے بڑے بزرگ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری مخدوم بہاری متوفی ۷۸۲ھ بھی ہیں وہ اپنے ایک

قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے، کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں اور جب سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت سے بڑوں کا

(بقیہ حاشیہ صـــ کا) مسترشد کو لکھتے ہیں، "میرے بھائی ہم ایک جبّار و قہّار خدا کے سامنے حاضر ہیں، وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ جنّت کو جہنّم اور عذاب بنا دے، آگ کو (یعنی جہنم) جنت و باغ و بہار کر دے، وہ کعبہ سے کلیسا پیدا کرتا ہے اور کلیسا سے کعبہ کو وجود بخشتا ہے، ایسے قدرت والے کے معاملہ میں تم بے خوفی اور اطمینان کی زندگی کیسے گذار سکتے ہو، تمہارا کلیجہ خوف سے کیسے نہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، اس کے ڈر اور دہشت سے تمہارا دل کیسے نہ پگھل جائے، جو کسی علت و سبب کا پابند نہیں، وہ عقلوں کو حیران و ششدر کر کے رکھ دیتا ہے، اس کا قہر اسباب کا پابند نہیں جس طرح اس کا لطف و کرم کسی علت کا محتاج نہیں، اس کا لطف و کرم تو گنہ گاروں اور نافرمانوں کو بلاتا ہے تاکہ ان کو اپنی معافی اور مغفرت کے پانی سے دھو دے اور پاک اور مزکیّٰ بنا دے، حتی کہ مہربانی کا یہ چشمہ خود اس کے قلب سے پھوٹنے لگے، اور اس کا سینہ لطف و محبت سے لبریز ہو جائے۔

ایسے ہی اس کا غضب اور قوت قاہرہ بعض وقت متقی و صالح شخص کو بلاتی ہے کہ اس کے چہرہ کو ہجر و فراق کے دھویں اور سزا و ناراضگی کی آگ سے کر دے تاکہ پوری دنیا کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہو جائے کہ وہ اسباب و علت سے بے نیاز ہے، وہ کبھی ایک نافرمان و بدبخت کے بیٹے کو نبی بناتا ہے اور کبھی نبی کے بیٹے کو شقی و بدبخت بناتا ہے۔

بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے، نہ کچھ سنوار سکے[1]،

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگماتوں میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سزا نہ دیوے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں، یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے

---

[1] امام مسلم نے اپنی سند سے حضرت ابوذر کی روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قدسی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! تم مجھے نہ نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو نہ نفع پہنچانے کی، اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل و آخر انس و جن سب کے سب انتہائی متقی و پرہیز گار بن جائیں جیسا کہ کوئی آدمی ہو سکتا ہے تو اس سے وہ میری حکومت و بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں کر سکیں گے، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر انس و جن سب کے سب فاسق و فاجر بن جائیں جتنا کہ کوئی شخص بن سکتا ہو تو اس سے میری بڑائی اور بادشاہت میں کوئی کمی نہ ہو گی، اور میرے بندو اگر تم سب کے سب از اوّل تا آخر انسانوں سے لے کر جنوں تک سب کے سب ایک میدان میں کھڑے ہو جاؤ اور مجھ سے سوال کرو اور میں ہر ایک کو اس سوال کے مطابق عطا کروں تو اس سے میرے خزانہ میں کمی نہ ہو گی مگر اتنی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈالنے سے سوئی میں لگنے والے پانی سے سمندر کے پانی میں کمی ہوتی ہے، اے میرے بندو! میں تمہارے اعمال کو شمار کرتا رہتا ہوں اس کے اس عمل کا پورا بدلہ دوں گا، جس کو خیر نصیب ہو وہ خدا کی حمد بیان کرے، جس کو خیر کی ضد ملے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

سے مجھ کو ہوگا، اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ مذکور اول ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ وجیہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور مکین روح القدس اور روح الامین فرما دے، مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام غلام، کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا، جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر تو چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا،

لہ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی، اپنی مخلوق پر اختیارِ کلی اور تصرفِ مطلق کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اپنی مرضی چلاتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ کچھ پوچھ سکے، زبانیں کٹی ہوئی، منھ بند، ایک مکتوب میں اپنے ایک شاگرد کو لکھتے ہیں، اور اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ دل کانپ اٹھتا اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں "وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے کسی کی ہلاکت ونجات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، دیکھو ایک انسان کس طرح تڑپ تڑپ کر پیاس سے دم توڑتا ہے اور کہتا ہے، میرے نیچے نہریں جاری ہیں اور میں پیاس سے مر رہا ہوں، پانی کا ایک قطرہ نصیب نہیں ہوتا، ہاتف غیب اس کو آواز دیتا ہے اور کہتا ہے، میں ہزاروں صدیقین کو تاریک خوفناک جنگل اور خشک وچٹیل صحرا میں لاتا ہوں اور سب کو قتل کر دیتا ہوں تاکہ ان کی آنکھوں اور گالوں کو کوؤں اور گدھوں کا رزق بناؤں جب کوئی بونا چاہتا ہے تو اس کی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سواس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کی آئین کو سر آنکھوں پہ رکھ کر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اسی کا منھ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرماوے، سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئینِ بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگذر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے، سو کوئی امیر و وزیر اسی کی مرضی پر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے، سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں سو ہر بندہ کو چاہئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی سے التجا کرتا رہے، اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے، اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی جہاں تک خیال جائے، تب اللہ کے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) زبان پر مہر لگا دیتا ہوں اور کہتا ہوں، وہ جو چاہے کرے کوئی کچھ پوچھ نہیں سکتا، یہ پرندے بھی میرے ہیں اور صدیقین بھی میرے ہی ہیں، بیچ میں بولنے والا (فضولی) کون ہے؟ جو ہمارے عمل پر تنقید کرتا ہے۔

سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے، کیونکہ وہ پروردگار غفور رحیم ہے سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دے گا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا، غرضیکہ جیسی اپنی ہر حاجت اسی کو سونپا چاہئے اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دیا جائے جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کر دے، نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجئے اور اس کو اپنی حمایت کے واسطے پکاریئے اور اس کو اپنا حمایتی سمجھ کر اصل مالک کو بھول جایئے، اور اس کے احکام کو یعنی شرع کو بے قدر کر دیجئے اور اسی اپنے حمایتی ٹھہرا دیئے ہوئے کی راہ و رسم کو مقدم سمجھئے کہ یہ بڑی قباحت کی بات ہے اور سارے نبی اور ولی اس سے بیزار ہیں وہ ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے بلکہ غصہ ہو جاتے ہیں اور الٹے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان کی تو بزرگی یہی تھی کہ اللہ کی خاطر کو سب جورو بیٹے مرید، شاگرد، نوکر، غلام یار آشنا کی خاطر سے مقدم رکھتے تھے اور جب یہ لوگ اللہ کے خلافِ مرضی ہوتے تھے تو وہ بھی ان کے دشمن ہو جاتے تھے، تو پھر یہ پکارنے والے لوگ ایسے کیا ہیں کہ وہ بڑے بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اس کی خلاف مرضی ان کی طرف سے ان کے حضور میں جھگڑنے بیٹھیں گے بلکہ بات تو یوں ہے کہ "اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ" ان کی شان ہے جس کے حق میں اللہ کی خوشی یوں ہی ٹھہری کہ اس کو دوزخ ہی میں بھیجے تو وہ اور دو چار دھکے دینے کو تیار ہیں۔

اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ	مشکوٰۃ کے باب التوکل والصبر میں لکھا ہے
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ خَلْفَ	کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عباسؓ
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	نے کہ تھا میں پیچھے پیغمبر خدا کے ایک دن
وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ یَاغُلَامُ	سو فرمایا اے لڑکے یاد رکھ اللہ کو کہ وہ

اَحفظِ اللّٰہَ یَحفظْکَ اَحفظ اللّٰہَ تجِدْہٗ تجاھکَ	یاد رکھے گا تجھ کو، یاد رکھ اللہ کو پاوے گا
واذا سألت فاسئل اللّٰہ وَ	تو اس کو اپنے روبرو، اور جب مانگے تو
اذا استعنت فَاسْتَعِنْ باللّٰہ	کچھ، مانگ اللہ ہی سے، اور جب مدد
واعلم انّ الاُمّۃ لو اجتمعت	چاہے تو مدد چاہ اللہ ہی سے اور یہ
علیٰ ان ینفعوک بشیٔ	یقین سمجھ لے کہ بے شک سب لوگ
لَمْ ینفعوک اِلّا بشیٔ قد	اگر اکٹھے ہو جاویں اس پر کہ کچھ فائدہ
کتبہ اللّٰہ لک ولو اجتمعوا	پہنچاویں تجھ کو تو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے
علیٰ اَن یضرّوک بشیٔ	مگر جتنا کہ لکھ دیا اللہ نے تیرے حق
لم یضروک الّا بشیٔ قد	میں، اور جو اکٹھے ہو جاویں اس پر کہ
کتبہ اللّٰہ علیک	نقصان پہنچاویں تجھ کو کچھ، تو نہ نقصان
رفعت الاقلامُ وجفّت	پہنچا سکیں گے، مگر وہی کہ لکھ دیا ہے
الصُّحُفُ۔	اللہ نے تجھ پر، اٹھائی گئی قلم اور سوکھ
	گیا کاغذ۔

ف: یعنی اللہ تعالیٰ، کہ سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے پر اور بادشاہوں کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی رعیتی بہتیرا ہی التجا کرے اس کی طرف اسے غرور کے خیال ہی نہیں کرتے، اسی لیے رعیتی لوگ اور امیروں کو مانتے ہیں اور ان کا وسیلہ ڈھونتے ہیں تا کہ انہیں کی خاطر سے التجا قبول ہو جاوے، بلکہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے وہاں کسی کی وکالت کی حاجت نہیں جو اس کو یاد رکھے وہ آپ ہی اس کو یاد رکھتا ہے، کوئی سفارش کرے یا نہ کرے، اور اسی طرح گو کہ وہ سب چیز سے پاک ہے اور سب سے بلند، مگر اور بادشاہوں کا سا دربار نہیں کہ کوئی رعیتی لوگ وہاں پہنچ نہ سکیں، اور امیر و وزیر ہی رعیت

پر حکم چلاویں، اور رعیت کے لوگوں کو انہیں کا ماننا ضرور پڑے اور انہیں کا دربار کرنا پڑے، بلکہ اپنے بندوں سے بہت نزدیک ہے جو ادنیٰ بندہ اپنے دل سے اس کی طرف متوجہ ہووے تو وہیں اس کو اپنے منھ کے آگے پاوے، وہاں اپنی غفلت ہی کے سوا اور کچھ پردہ نہیں، جو کوئی کچھ اس سے دور ہے سو اپنی غفلت کے سبب سے دور ہے، اور وہ سب سے نزدیک ہے پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو پکارتا ہے کہ اس کو اللہ سے نزدیک کر دیویں، سو یہ نہیں سمجھتا ہے کہ پیر و پیغمبر تو اس سے دور ہیں اور اللہ نہایت نزدیک، سو یہ ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک رعیتی آدمی اپنے بادشاہ کے پاس اکیلا بیٹھا ہے اور وہ بادشاہ اسی کی عرض سننے کو متوجہ ہے پھر وہ رعیتی امیر و وزیر کو کہیں دور سے پکارے کہ تو میری طرف سے فلانی بات بادشاہ کے حضور میں عرض کر دے، سو وہ یا اندھا ہے یا دیوانہ اور فرمایا کہ ہر مراد اللہ ہی سے مانگے، اور ہر مشکل میں اسی سے مدد چاہے اور یہ یقین سمجھ لیجئے کہ قلمِ تقدیر ہرگز نہیں مٹتا، پھر اگر سارے جہان کے بڑے اور چھوٹے مل کر چاہیں کہ کسی کو کچھ نقصان و نفع پہنچائیں اللہ کے لکھے سے کچھ بڑھ نہیں سکتا،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بعضے عوام الناس کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ نے یہ طاقت بخشی ہے کہ تقدیر بدل ڈالیں، جس کی تقدیر میں اولاد نہیں اس کو اولاد دے دیویں جس کی عمر تمام ہو چکی ہو اس کی عمر دیویں، سو یہ بات کچھ صحیح نہیں بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اللہ اپنے ہر بندہ کی کبھی دعا قبول بھی کر لیتا ہے، اور انبیاء اور اولیا کی اکثر مگر دعا کی توفیق دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے اور قبول کرنا بھی، اور دعا بھی کرنی اور مراد بھی ملنی دونوں باتیں تقدیر میں لکھی ہیں تقدیر سے باہر کوئی کام دنیا میں ہو نہیں سکتا اور کچھ کام کرنے کی قدرت نہیں، ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا نبی ہو یا ولی، سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے اور اس کی جناب میں دعا کرے، کچھ اور طاقت نہیں رکھتا، پھر وہ مالک و مختار ہے چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرے چاہے اپنی

حکمت کی راہ سے قبول نہ کرے،

أَخْرَجَ ابْنُ مَاجَهْ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ،

مشکوٰۃ کے باب التوکل والصبر میں لکھا ہے کہ ابن ماجہ نے ذکر کیا کہ عمرو بن العاص نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک آدمی کے دل کی ہر میدان کی طرف راہ ہے سو جو کوئی پیچھے ڈالے اپنے دل کو سب راہوں کے، تو کچھ پرواہ نہیں رکھتا اللہ کہ کسی جنگل میں تباہ کر دے اس کو، اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو وہ کفایت کرتا ہے اس کو سب راہوں سے۔

ف :۔ یعنی جب آدمی کو کسی چیز کی طلب ہوتی ہے یا کوئی مشکل اٹک جاتی ہے تو اس کے دل میں ہر طرف خیال دوڑتے ہیں کہ فلانے پیغمبر کو پکاریئے، فلانے امام کی مدد چاہیئے، فلانے پیر شہید کی منت مانیئے، فلانی پری کو مانئے، فلانے نجومی یا رمال سے پوچھیئے، فلانے ملا سے فال کھلوایئے، پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے پڑتا ہے تو اللہ اس سے اپنی قبولیت کی نگاہ پھیر لیتا ہے، اور اس کو اپنے سچے بندوں میں نہیں رکھتا، اور اللہ کی تربیت اور ہدایت کی راہ اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے، اور وہ اسی طرح ان خیالات کے پیچھے دوڑتا ہی دوڑتا تباہ ہو جاتا ہے، کوئی دہریا ہو جاتا ہے، کوئی ملحد کوئی مشرک ہو جاتا ہے، کوئی سب سے منکر، اور جو کوئی اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہے اور کسی خیال کے پیچھے نہیں پڑتا، سو اللہ اس کو اپنے مقبول لوگوں میں گن رکھتا ہے، اور اس پر ہدایت کی راہ کھول

دیتا ہے، اور اس کے دل کو چین اور آرام ایسا بخش دیتا ہے کہ خیالات باندھنے والوں کو ہرگز میسر نہیں ہوتا، اور جو کچھ جس کی تقدیر میں لکھا ہے وہ اس کو مل ہی رہتا ہے، مگر خیالات باندھنے والا مفت رنج کھینچتا ہے، اور توکل کرنے والا چین و آرام سے پالیتا ہے۔

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ	مشکوٰۃ کی کتاب الدعوات میں لکھا
أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہر
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْأَلْ	کسی کو چاہیے اپنی سب حاجت کی
أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا	چیزیں اپنے رب سے مانگے، یہاں
حَتّٰى يَسْأَلَ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْأَلَهُ	تک کہ نمک بھی، اور جوتے کا تسمہ جب
شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ۔	ٹوٹ جاوے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔

ف:۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہ سمجھے کہ بڑے بڑے کام تو آپ کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام، اور نوکروں اور چاکروں کو حوالہ کر دیتے ہیں، سو لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں ان کی التجا کرنی ضرور پڑتی ہے، سو اللہ کے یہاں کارخانہ یوں نہیں بلکہ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ ایک ہی آن میں کروڑوں کام چھوٹے اور بڑے درست کر سکتا ہے، اور اس کی سلطنت میں کسی کی قدرت نہیں سو چھوٹی چیز بھی اسی سے مانگنا چاہیے، کیونکہ اور کوئی نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے نہ بڑی۔

وَأَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِيْ	مشکوٰۃ کے باب الخلافۃ والامارۃ میں
هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ	لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ
"وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ"	نقل کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب اتری یہ
دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	آیت کہ ڈراوے تو اپنی برادری کو

قَرَابَتَهُ فَعَمَّ وَخَصَّ	جو ناتا رکھتے ہیں تجھ سے، تو پکارا پیغمبر خدا
فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبِ ابْنِ لُؤَيٍّ	صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ناتے والوں
أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ	کو پھر اکٹھا کر کے پکارا۔ اور جدا جدا
فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ	بھی، سو فرمایا اے اولاد کعب بن لوی
مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، أَوْ قَالَ فَإِنِّي	کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ
لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا	بے شک میں اختیار نہیں رکھتا تمہارا
وَيَا بَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ	اللہ کے ہاں کچھ، یا یوں فرمایا بے شک
أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ	میں نہیں کام آنے کا تمہارے اللہ کے
فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ	ہاں کچھ، اور اے اولاد مرہ بن کعب
اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ	اے اولاد عبد شمس کی بچاؤ تم اپنی جانوں
أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ	کو آگ سے، کیونکہ بے شک میں نہ کام
النَّارِ فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ	آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ، اور
مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا بَنِي	اے اولاد عبد مناف کی بچاؤ تم اپنی جان
عَبْدِ مُنَافٍ أَنْقِذُوا	کو آگ سے کیونکہ بے شک میں نہ کام
أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أُغْنِي	آؤں گا تمہارے اللہ کے ہاں کچھ، اور اے
عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا بَنِي	اولاد بنی ہاشم کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو
هَاشِمٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ	آگ سے، کیونکہ میں نہ کام آؤں گا تمہارے
فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا	اللہ کے ہاں کچھ، اور اے اولاد عبد المطلب
وَيَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا	کی بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے کیونکہ
أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي	بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے

لَااُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ	اللہ کے ہاں کچھ، اور اے فاطمہ بچا
شَیْئًا وَیَافَاطِمَۃُ اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ	تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ
مِنَ النَّارِ سَلِیْنِیْ مَاشِئْتِ مِنْ مَّالِیْ	سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آوں گا
فَاِنِّیْ لَااُغْنِیْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ؕ	میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ ۔

ف :۔ یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قرابتی ہوتے ہیں ان کو اس کی حمایت پر بھروسہ ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں، سو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے، سو انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو، سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا، سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کہ کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔

الفصل الرابع

الفصل الرابع فی ذکر ردّ الاشراک فی العبادة[1]

فصل چوتھی اشراک فی العبادت کی برائی کے بیان میں،

ف:۔ یعنی عبادت کہتے ہیں ان کاموں کو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے اپنے بندوں کو بتلائے ہیں کہ سو اس فصل میں یہ مذکور ہے کہ قرآن و حدیث میں اللہ کی تعظیم کے لوگوں کو کون کون سے کام بتائے ہیں تاکہ اور کسی کے لیے وہ کام نہ کیجیے کہ شرک لازم آوے،

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَلَقَدْ	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ ہود میں
اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ اِنِّیْ لَکُمْ	کہ بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی
نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اَلَّا تَعْبُدُوْا	طرف بھیجا یہ بات کہنے کو کہ بے شک میں
اِلَّا اللّٰہَ اِنِّیْ اَخَافُ	تم کو ڈرانے والا صاف ہوں یہ کہ عبادت
عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ	نہ کرو مگر اللہ کی، بے شک میں ڈرتا ہوں
اَلِیْمٍ (سورہ ہود، آیت ۲۵-۲۶)	تم پر دکھ کے دن کی مار سے۔

---

[1] عبادت سے مراد وہ امور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کر لیا ہے اور ان کو انسانوں کے لیے واضح کر دیا ہے تاکہ ان امور میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ شریک کریں۔

ف :۔

یعنی مسلمان اور کافروں سے مقابلہ حضرت نوحؑ کے وقت سے شروع ہوا ہے سو جب ہی سے اس بات پر مقابلہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ کی تعظیم کسی اور کی سی نہ چاہئے اور جو کام اس کی تعظیم کے ہیں وہ اوروں کے واسطے نہ کیجئے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا تَسْجُدُوْا	اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ حم سجدہ
لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا	میں کہ مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند
لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ	کو اور سجدہ کرو اللہ کو کہ جس نے پیدا کیا
اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ (حم، آیت ۳۷)	ان کو جو تم اسی کے بندے بنا چاہتے ہو،

ف :۔ یعنی جو آدمی چاہے کہ اللہ ہی کا بندہ بنے تو سجدہ اسی کو کرے اور کسی چاند سورج کو نہ کرے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمارے دین میں یوں ہی فرمایا ہے کہ سجدہ کرنا حق خالق ہی کا ہے، سو کسی مخلوق کو نہ کیا جاوے[1] کہ مخلوق ہونے میں چاند اور سورج، اور نبی اور ولی برابر ہیں، سو جو کوئی یہ بات کہے کہ اگلے دینوں میں کسی کسی مخلوق کو بھی سجدہ کرتے تھے، جیسے فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو کیا اور حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو، تو ہم بھی اگر کسی بزرگ کو کرلیں تو کچھ مضائقہ نہیں، سو یہ بات غلط ہے آدمؑ کے وقت کے لوگ اپنی بہنوں سے نکاح کر لیتے تھے چاہئے کہ یہ لوگ ایسی ایسی

---

[1] خلف وسلف سبھی علماء اسلام، اور تمام فقہاء اور عارفین نیز دعوت کا کام کرنے والے مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ سجدہ خواہ عبادت کی غرض سے ہو یا تعظیم و تحیت کے طور پر خداوند قدوس کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں، یہ ان احادیث صحیحہ کے علاوہ ہے جو شہرت کی حد کو پہنچ چکی ہیں، فقہاء احناف و ائمہ نے تو صراحتاً سجدۂ تحیت کو حرام کہا ہے، بعض نے تو ایسا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حجتیں لانے والے اپنی بہنوں سے نکاح کر لیں، اور اصل بات یہی ہے کہ بندہ کو اللہ کا حکم ماننا چاہیئے، جب اس نے جو حکم فرمایا اس کو جان و دل سے قبول کر لینا چاہیئے اور حجت نہ نکالے کہ اگلے لوگوں پر تو یہ حکم نہ تھا ہم پر کیوں ہوا کہ ایسی حجتیں لانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اس کی مثال یہ کہ ایک بادشاہ نے اپنے ملک میں ایک مدت تک ایک حکم جاری کیا پھر بعد اس کے ایک اور حکم جاری کیا پھر جو کوئی یہ کہنے لگے کہ ہم پہلے ہی حکم پر چلے جاویں گے پچھلا حکم نہیں مانتے، سو وہ باغی ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَنَّ　　　اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ جن

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) کرنے والے پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں لکھا ہے کہ جس نے غیر اللہ کے لیے سجدۂ تعظیم کیا وہ کافر ہو گیا، علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار، ج ۵، ص ۱۷۸ میں فرمایا ہے (غیر اللہ) کے سجدہ سے مطلقاً کافر ہو جائے گا، علامہ ابن حجرؒ نے "الاعلام بقواطع الاسلام" میں فرمایا ہے بہت سے جاہل لوگ جو بزرگوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں، یہ ہر حال میں قطعاً حرام ہے، خواہ سمت قبلہ کے لیے ہو یا کسی اور سمت میں اللہ کی نیت سے ہو یا نہ ہو، مولانا احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے حرمت سجدۂ تحیت کے بارے میں ایک کتابچہ کے اندر پچاس فقہی نصوص جمع کر دیے ہیں، کتابچہ کا نام "الزبدۃ الزکیۃ" ہے حضرت شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی مجدد الف ثانیؒ متوفی ۱۰۳۴ھ نے اپنے ایک مکتوب میں جسے ایک ارادت مند کو (جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کے بعض ارادت مند ان کو سجدۂ تحیت کرتے ہیں اور وہ اس سے ان کو سختی سے منع ہیں) لکھا میرے بھائی سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں جو آخری درجہ کی ذلت اور محتاجی اور کمال عجز و تواضع کو ظاہر کرتا ہے، اسی لیے ذلت و تواضع کی اس قسم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خاص کر دیا گیا ہے، غیر اللہ کے لیے اس کی قطعاً اجازت نہیں، مکتوب ۹۲ بنام محمد نعمان (مکتوبات مجدد الف ثانیؒ)۔

الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا	میں اور بے شک سجدے اللہ ہی کو
مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا وَّاَنَّهٗ لَمَّا	ہیں سو نہ پکارو ساتھ اللہ کے کسی اور کو
قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ	اور یہ کہ جب کھڑا ہوتا ہے بندہ اللہ
كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ؕ	کا کہ پکارے اس کو تو لوگ قریب ہے
قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا	کہ ہو جاویں اس پر ٹھٹھ، کہہ کہ میں
رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ	تو پکارتا ہوں اپنے رب ہی کو اور نہیں
بِهٖۤ اَحَدًا ۔ (سورۃ الجن، آیت ۱۹-۲۰)	شریک سمجھتا اس کا کسی کو۔

ف ۶۔ یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ پاک دل سے اس کو پکارتا ہے تو بے وقوف لوگ یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ ہو گیا یہ جس کو چاہے سو دیوے جس سے جو چاہے چھین لے، سو اس بات کی امید کر کے اس پر ہجوم کرتے ہیں، سو اس بندے کو چاہیے کہ سچی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت پکارنا اللہ ہی کا حق ہے، اور نفع ونقصان کی امید رکھنی اسی سے چاہیے، کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے، اور شریک اور شرک سے میں بیزار ہوں، سو جو کوئی یہ چاہے کہ یہ معاملہ مجھ سے کرے اور میں اس سے راضی ہوں یہ ہرگز ممکن نہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ آداب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اس کا نام جپنا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَذِّنْ	اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج میں
فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ	کہ خبر کر دے لوگوں میں حج کی کہ چلے
رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ	آویں گے تیرے پاس پیادہ اور دُبلے
يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ	دُبلے اونٹوں پر کہ چلے آتے ہیں دُور
لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ	دور کے رستے سے کہ آپہنچیں اپنے

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ	فائدوں کی جگہ میں اور یاد کریں اللہ کا
فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى	نام کئی معین دنوں میں اس چیز پر کہ
مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ	دیا ہے اس نے ان کو مواشی چوپایوں
الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا	میں سے، سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ
وَاَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ ثُمَّ	بدحال محتاج کو، پھر چاہیے کہ تمام کریں
لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ	میل کچیل اپنا اور پوری کریں منتیں اپنی
وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ؕ	اور طواف کریں اس قدیم گھر کا۔

(الحج، آیت ۲۷-۲۸-۲۹)

ف:- یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے بعضے بعضے مکان ٹھہرائے ہیں جیسے کعبہ اور عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور ساری مسجد الحرام بلکہ سارا مکہ معظمہ بلکہ سارا حرم، اور لوگوں کے دل میں وہاں جانے کا شوق ڈال دیا ہے کہ ہر طرف سے خواہ سوار خواہ پیادہ دور دور سے قصد کرتے ہیں اور رنج اور تکلیف سفر کی اٹھاکے میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچتے ہیں اور اس کے نام پر وہاں جانور ذبح کرتے ہیں، اور اپنی منتیں ادا کرتے ہیں، اور اس کا طواف کرتے ہیں، اور اپنے مالک کی تعظیم جو دل میں بھر رہی ہے وہاں جاکر خوب نکالتے ہیں، کوئی چوکھٹ چومتا ہے، کوئی دروازے کے سامنے دعا کر رہا ہے، کوئی غلاف پکڑے ہوئے التجا کر رہا ہے، کوئی اس کے پاس اعتکاف کی نیت سے بیٹھ کر رات دن اللہ کی یاد میں مشغول ہے، کوئی ادب سے کھڑا اس کو دیکھ ہی رہا ہے، غرض اس قسم کے کام اللہ کی تعظیم کے کرتے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے اور ان کو دین و دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے[1]، سو اس قسم کے کام کسی اور کی

---

[1] ہندوستان اور ایران میں بہت سے جاہل اور غلو پسند لوگ اولیاء اللہ کی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تعظیم کے لیے نہ کیا چاہئے اور کسی کی قبر پہ یا چلّہ پر یا کسی کے تھان پر اور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج وتکلیف اٹھا کر، میلے کچیلے ہوکر، وہاں پہنچنا اور وہاں جاکر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد وپیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، اور اسی قسم کے کام کرنے، اور ان سے کچھ دین ودنیا کے فائدے کی توقع رکھنی یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہئے کیونکہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہئے، کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے،

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی "اَوْ	فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں
فِسْقًا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ"	گناہ کی چیز کہ مشہور کی گئی ہو اللہ کے
(سورۃ انعام" آیت ۱۴۶)	سوا اور کی کر کے،

ف:- یعنی جیسے سور اور لہو اور مردار، ناپاک وحرام ہے، ایسا ہی وہ جانور بھی ناپاک اور حرام ہے کہ خود گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کا ٹھہرایا[۱]

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) قبروں اور مزارات کے لیے شدّ رحال کرتے ہیں اور ایسے آداب ولوازم اور احکام کو ضروری قرار دیتے ہیں جو حج کے آداب واحکام اور اس کے لوازم کے برابر ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات خشوع اور احتیاط واہتمام میں اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

[۱] صحیح مسلک کے فقہاء اور قابل اعتماد اور مستند علماء اسلام نے جن کا قول حجّت سمجھا جاتا ہے اس عمل کو سختی سے حرام قرار دیا ہے اور ان میں اکثر کے نزدیک یہ جانور مردار اور غیر شرعی طریقہ پر ذبح کئے ہوئے جانور کا حکم رکھتا ہے، کتب تفسیر اور احکام القرآن نیز مذاہب اربعہ ودیگر مذاہب کی کتب فقہ میں "وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ" کی تفسیر میں اس کا حکم دیکھا جاسکتا ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا نہ ٹھہرائے اور وہ جانور حرام ہے اور ناپاک، اس آیت میں کچھ اس بات کا مذکور نہیں کہ اس جانور کے ذبح کرنے کے وقت[1] کسی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) مولانا شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی نے اپنی تفسیر میں اس کے بارے میں بھرپور اور بہترین تحقیق پیش فرمائی ہے، وہاں دیکھا جاسکتا ہے، علماء نے ہر اس جانور کو جو غیر اللہ کے لیے تعظیم وتکریم کے طور پر ذبح کیا جائے شدت کے ساتھ غلط اور ممنوع قرار دیا ہے، حتیٰ کہ کسی بڑے حاکم وافسر کی آمد پر اس کی تعظیم وقربت کے خیال سے ذبح کیے جانے والے جانور تک کو حرام قرار دیا ہے (دُرِّمختار، جلد ۵ ص ۱۹۶ برحاشیہ ردالمحتار) کسی حاکم یا اس طرح کی کسی اور عظیم شخصیت کی آمد پر کسی وجہ سے جانور ذبح کرنا حرام ہوگا، اس لیے کہ وہ بھی ذبح لغیر اللہ میں شامل ہے، مشائخ محققین اور علماء کبار اس بات پر متفق ہیں، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی اپنے ایک مکتوب میں جو اپنی معتقد ایک خاتون کو لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں، "بہت سے جاہل لوگوں نے یہ معمول بنالیا ہے کہ وہ اللہ کے ولی نیک لوگوں اور اپنے بزرگوں کے لیے جانور نذر مانتے ہیں، ان جانوروں کو ان کی قبروں پر لے جاتے ہیں اور ذبح کرتے ہیں، فقہاء سے منقول ہے کہ انہوں نے اس کو شرک میں شمار فرمایا ہے، اور اس سلسلہ میں وہ بہت سخت مسلک رکھتے ہیں، کھُل کر اس کی شناعت بیان کی ہے اور اس قسم میں شامل فرمایا ہے جو کفار جنوں کی خوشی کی خاطر یا ان کی ناراضگی کے ڈر سے ذبح کیا کرتے ہیں" (مکتوب نمبر ۴۱/۳۵) •

[1] ملاحظہ ہو شاہ عبدالعزیزؒ دہلویؒ کی تفسیر (ص ۶۱۵ مطبع محمدیہ) تفسیر آیت "وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ" اس موضوع پر وہاں سیر حاصل بحث کی گئی ہے، ائمہ کے اقوال اور کبار مفسرین کی آرا نقل فرمائی گئی ہیں۔

مخلوق کا نام لیجیے جب حرام ہو، بلکہ اتنی ہی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا کہ یہ گاؤ سید احمد کبیر[1] کی ہے، یا یہ بکرا شیخ سدو[2] کا ہے، سو وہ حرام ہو جاتا ہے، پھر کوئی جانور ہو، مرغی یا اونٹ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجیے، ولی کا یا نبی کا، باپ کا، دادے کا، بھوت کا یا پری کا، وہ سب حرام ہے اور ناپاک اور کرنے والے پر شرک ثابت ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰصَاحِبَیِ	اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ یوسف
السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ	میں کہ حضرت یوسفؑ نے قید خانہ میں،
مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ	اور قیدیوں سے کہا اے رفیقو، قید خانہ کے
الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ	کیا کئی مالک جدے جدے بہتر ہیں یا
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ	اللہ ایک زبردست، نہیں مانتے ہو
اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ	تم ورے اس کے مگر کئی ناموں کو کہ
وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ	ٹھہرائے ہیں تم نے اور تمہارے باپ
بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُکْمُ	دادوں نے، نہیں اتاری اللہ نے ان کی
اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا	کچھ سند، نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے

---

[1] گمان غالب یہ ہے کہ ان سے مراد سید احمد رفاعی (م ۵۷۸ھ) بانی طریقہ رفاعیہ ہیں۔

[2] ایک خیالی شخصیت ہے جس کا کوئی وجود نہیں، اس کا اعتقاد عام طور پر عورتیں رکھتی ہیں جو اپنی ضرورت کے پورے ہو جانے یا نذر پوری کرنے کے لیے ذبح کرتی ہیں، نور اللغات ج ۳، ص ۲۶۲، فرہنگ آصفیہ، ج ۲، ص ۱۹۸، میں تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

اِلَّا اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ　　اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس

الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ　　کے سوا مت مانیو، یہی ہے دین مضبوط

النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ،　　مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(یوسف۔ آیت ۴۰)

ف :۔ یعنی اول غلام کے حق میں کئی مالک ہونے بہت نقصان کرتا ہے بلکہ ایک مالک زبردست چاہیئے کہ سب مراد اس کی پوری کر دے اور سب کار و بار اس کے بنا دے اور دوسرے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں وہ کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں بلکہ آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ مینہ برسانا کسی کے اختیار میں ہے، اور دانہ اگانا کسی اور کے، اور اولاد کوئی اور دیتا ہے، اور تندرستی کوئی اور، پھر آپ ہی ان کے نام ٹھہرا لیتے ہیں، فلانے کام کے مختار کا نام یہ، اور فلانے کا یہ، پھر آپ ہی ان کو ملنتے ہیں اور ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری ہو جاتی ہے، حالانکہ وہ سب محض اپنے غلط خیالات ہیں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں[1] وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی ہے اور نہ کسی کا یہ نام، اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کار و بار میں کچھ دخل نہیں، سو سب

---

[1] اکثر قوموں اور جماعتوں میں شرک و بت پرستی، جھوٹی اور من گھڑت باتوں سے اس طرح جڑی ہوئی ہے جیسے دونوں رضاعی بھائی یا ایسے دوست ہوں جو ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے ہوں، یہ عقیدہ ہر شہر میں پھیل گیا ہے، اور شرک سے جڑ گیا ہے، انبیائے کرام کی تعلیمات اور ان کے صحیفوں سے ان کا رشتہ کٹ گیا ہے، بہت سے مزارات اور مقبرے ایسے ہیں جو محض خیالی شخصیتوں سے منسوب ہیں اور ان کے متعلق ایسی گڑھی ہوئی کہانیاں ہیں جن کا کہیں وجود نہیں، ایسی جگہوں پر قبروں اور مزارات کا گڑھ لینا جن کے لیے شد رحال کیا جاتا ہے، ان کی زیارت کی جاتی ہے، دور دور سے لوگ وہاں جاتے ہیں، بہت بڑھ گیا ہے ان میں سے ؎ بقیہ اگلے صفحہ پر)

خیال ہی خیال ہے، اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں، اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، سو ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں، بلکہ محض اپنا خیال ہے سو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا، اور کسی کا حکم اس کے مقابل معتبر نہیں، بلکہ اللہ نے تو ایسے خیال باندھنے سے منع کیا ہے، اور وہ کون ہے کہ اس کے کہنے سے ان باتوں کا اعتبار ہووے یہی اصل دین ہے کہ اللہ ہی کے حکم پر چلئے اور کسی کا حکم اس کے مقابل میں ہرگز نہ مانئے، لیکن اکثر لوگ یہ راہ نہیں چلتے بلکہ اپنے پیروں کی رسموں کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں، پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے، سو اللہ کے حکم کے پہونچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے، سو جو کوئی کسی امام کے یا مجتہد کے، یا غوث و قطب کے، یا مولوی و مشائخ کے، یا باپ دادوں کے، یا کسی بادشاہ یا وزیر کے، یا پادری و پنڈت کی بات کو اور ان کی راہ و رسم کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے[1]، اور آیت و

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) چندہی صحیح ہیں، یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ اس نے شرک کو جھوٹ سے جوڑا ہے، فرمایا: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا بتوں کی گندگی سے بچو، اور جھوٹ قَوْلَ الزُّورِ (الحج-۳۰) بات سے بچو۔

[1] اس لیے کہ مقصود خدا اور رسول کی پیروی ہے، اور علماء مجتہدین، اور ائمہ مذاہب، اللہ اور رسول کی باتوں کے شارح ہیں، وہ وضاحت طلب باتوں کی تشریح کرتے ہیں، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حدیث کے مقابلہ میں پیر واستاد کے قول کی سند پکڑے، یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات ان کی امت پر لازم ہوجاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے، بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خبر دینے والا ہے، پھر جو کسی کی بات اس کی خبر کے موافق ہو تو مانئے اور جو موافق نہ ہو تو نہ مانئے،

اَخْرَجَ التِرمِذِیُّ عَنْ	مشکوٰۃ کے باب القیام میں لکھا ہے کہ
مُعَاوِیَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا معاویہ نے
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ	کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ جس شخص کو خوش
سَرَّہٗ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَہُ الرِّجَالُ	آئے، کہ تصویر کی طرح کھڑے رہیں

(بقیہ حاشیہ گزشتہ کا) آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والی باتوں کو قریب الفہم بنا دیتے ہیں، صحیح اور ضعیف کا فرق واضح کرتے ہیں، ناسخ اور منسوخ کو بتاتے ہیں، مجمل و مفصّل کی تشریح فرماتے ہیں، یہ حضرات ان لوگوں کے لیے مسائل مستنبط کرتے ہیں جن میں اجتہاد و ترجیح اور تنقید و تنقیح کے شرائط نہیں پائے جاتے، یا ایسے لوگوں کے لیے جو زمانہ وحی و نبوت سے بہت بعد میں آئے اور وہ بحث و تحقیق کی ذمہ داری نہیں سنبھال سکتے، تو جس نے ان حضرات کے اقوال کو ایک شارح اور معلم کی حیثیت سے اپنایا، یا فن کے اندر صاحب کمال ہونے کی وجہ سے ان کی بات کو قابل عمل ٹھہرایا تو اس میں حرج نہیں، اس لیے کہ ایک عام آدمی کو اجتہاد و تحقیق کا مکلف بنانا تکلیف مالایطاق ہے لیکن جو شخص کسی مجتہد کے قول کو شرعی نصوص پر محض خواہشِ نفسانی یا تعصب و حمیتِ جاہلیت کی بنا پر ترجیح دے تو وہ اپنی خواہش کا پیرو ہوگا نہ کہ مسلمانوں کے طریقہ کا۔

قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ لوگ اس کے روبرو، سو ٹھہرا لیوے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں۔

ف:۔ یعنی جو شخص چاہے کہ اس کے روبرو لوگ ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے رہیں، نہ ہلیں نہ جلیں نہ بولیں نہ ادھر اُدھر دیکھیں بلکہ تصویر کی طرح بن جاویں، سو وہ شخص دوزخی ہے، کیونکہ وہ شخص خدائی کا دعویٰ رکھتا ہے جو تعظیم کہ اللہ کی خاص ہے کہ اس کے بندے اس کے روبرو نماز میں ہاتھ باندھ کے ادب سے کھڑے ہوتے ہیں، وہی اپنے لیے چاہتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی محض تعظیم کے واسطے اس کے روبرو ادب سے کھڑے رہنا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائے ہیں، سو اور کسی کے لیے نہ کیا چاہیے،

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ الْأَوْثَانَ۔ مشکوۃ کے کتاب الفتن میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا ثوبان سے، نہیں آنے کی قیامت، یہاں تک کہ مل جاویں کتنی قومیں میری امت میں سے مشرکین میں، اور یہاں تک کہ پوجنے لگیں کئی قومیں میری امت میں سے تھانوں کو،

ف:۔ یعنی شرک دو طرح کا ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ کسی کے نام کی صورت بنا کر پوجے، اس کو عربی زبان میں صنم کہتے ہیں، اور دوسرے یہ کہ کسی تھان کو ماننے یعنی کسی مکان کو، یا درخت کو، یا کسی پتھر کو، یا لکڑی کو، یا کاغذ کو، کسی کے نام کا ٹھہرا کر پوجے، اس کو زبان عربی میں وثن[1] کہتے ہیں، اس میں داخل ہے قبر اور کسی کا چلہ اور لحد، اور کسی کے نام

---

[1] شاید مصنف نے یہ بات بعض ائمہ لغت کے اس قول کی بنیاد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی چھڑی، اور تعزیہ[۱] اور علم[۲]، اور شدہ[۳]، اور امام قاسم کی اور پیر دستگیر کی، مہندی[۴] اور امام کا چبوترہ، اور استاد پیروں کے بیٹھنے کی جگہ، کہ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) پر کہی ہے کہ صنم وہ ہے جو انسانی شکل میں بنایا گیا ہو، اور وثن وہ ہے جو اس کے علاوہ شکل کا ہو، زبیدی نے تاج العروس میں شرح دلائل (ج ۸، ص ۲۲۷۱) سے یہی نقل کیا ہے، ابن منظور نے لسان العرب میں (ج ۱۵ ص ۲۴۱) عرفہ سے جو نقل کیا ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جن معبودوں کی صورت نہ بنائی ہو وہ اوثان میں ہیں، اور جن کی صورت بنائی ہو وہ اصنام میں ہیں ان دونوں کی تفسیر اور دونوں میں فرق کے اندر علماء لغت کے اقوال مختلف ہیں، بعض علمائے لغت نے اس کے برعکس کہا ہے، بعض نے دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، دونوں کا اطلاق ایک دوسرے کے معنی پر کیا ہے، آیات قرآنی اور احادیث شریفہ کے تتبع اور کلام عرب سے پہلے قول کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے، مؤلف نے اسی کو صحیح سمجھا ہے، واللہ اعلم،

[۱] ہندوستان میں اس کو تعزیہ کہا جاتا ہے، اور اس کو جلوس کی شکل میں کندھوں پر لے جایا جاتا ہے، اس پر حضرت حسین کے مرثیہ و ماتم میں غمناک اشعار پڑھے جاتے ہیں، اور وہ اشعار پڑھے جاتے ہیں جو ظلم و سنگ دلی کی داستان بیان کرتے ہیں۔

[۲] ہندوستان و عراق میں شیعہ محرم میں بہت سے جھنڈے اٹھاتے ہیں، اس سے مقصود ان جھنڈوں کی نقل و تشبیہ ہوتا ہے جو میدان کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی، افراد خاندان، اور ان کے ساتھ لڑنے والے اٹھائے ہوئے تھے، ان کے اور عبید اللہ بن زیاد کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

[۳] اردو میں (اشدہ) (شدہ) کہا جاتا ہے، یہ ایک جھنڈا ہوتا ہے جو محرم کے زمانہ میں کاغذی قبروں کے ساتھ نکالا جاتا ہے اور اس کو گھمایا جاتا ہے، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور وہاں جاکر نذریں چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں، اور اسی طرح شہید کے نام کا طاق، اور نشان، اور توپ، جس کو بکرا چڑھاتے ہیں، اور اس کی قسم کھاتے ہیں، اور اسی طرح بعضے مکان مرضوں کے نام سے مشہور کرتے ہیں، جیسے سیتلا کا تھان، یا مسانی کا، یا بھوانی کا، یا کالی کا، یا کالکا کا، یا براہی[۵] کا، غرضکہ یہ سب وثن ہیں، سو پیغمبر خدا نے خبر دی ہے کہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) اس کی اصل یہ ہے کہ چاندی کا دستہ ہوتا ہے جس کو ایک لکڑی میں باندھ کر اس پر سُرخ اور ہر رنگ کا کپڑا باندھ دیا جاتا ہے، یہ لفظ شَدّ یشُدُّ سے بنا ہے یعنی باندھنا، ملاحظہ ہو نور اللغات، ج ۳ ص ۴۴۳، اور فرہنگِ آصفیہ، ج ۳ ص ۱۷۰۔

[۴] امامیہ طبقہ کے شیعہ کاغذ کی ایک چوکور رنگین شکل بناتے ہیں، اور اس کے چاروں طرف سُرخ اور ہری شمعیں جلاتے ہیں، اس کو مہندی کہتے ہیں، اس کو وہ اس گھر میں رکھ دیتے ہیں، جس میں کاغذی قبریں رکھتے ہیں (نور اللغات، ج ۴ ص ۲۸۴) اور امام قاسم سے مراد قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں، اپنے برادر معظم حضرت حسنؓ کی وصیت کے مطابق حضرت حسینؓ نے کربلا میں ان سے اپنی صاحبزادی کی شادی کر دی، شیعہ اور ان کے مقلدین کے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے چچا کے ساتھ ۱۴ رسال کی عمر میں شہید کئے گئے، مہندی خوشی و زینت کی علامت ہے شادیوں میں اس کا ہدیہ دیا جاتا ہے دلہن اپنے دونوں ہاتھوں میں مہندی لگاتی ہے۔

[۵] اس جگہ مؤلف نے ان معبودوں کے کچھ نام گنائے ہیں جو محض خیالی اور من گھڑت ہیں، جن کے بارے میں ہندوستان میں برہمنوں اور بت پرستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان دیوتاؤں کا بعض وباؤں اور بیماریوں سے خصوصی تعلق ہے، لہٰذا ان کے ذریعہ ان بیماریوں سے بچنے یا شفایابی کے لیے ان سے درخواست کی جاتی ہے۔

مسلمان جو قیامت کے نزدیک مشرک ہو جاویں گے ان کا شرک اسی قسم کا ہوگا کہ ایسی چیزوں کو مانیں گے برخلاف اور مشرکوں کے، کہ جیسے ہندو یا مشرکین عرب کہ اکثر صنم پرست ہیں، یعنی مورتوں کو مانتے ہیں سو دونوں مشرک ہیں، اللہ سے پھرے ہوئے، رسول کے دشمن،

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَخْرَجَ صَحِیْفَۃً فِیْھَا لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔	مشکوٰۃ کے کتاب الصید والذبائح میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ ابی الطفیل نے نقل کیا کہ حضرت علیؓ نے ایک کتاب نکالی اس میں یوں لکھا تھا کہ لعنت کری اللہ نے اُس شخص کو کہ ذبح کرے واسطے غیر اللہ[۱] کے،

ف: یعنی جو کوئی اللہ کے سوائے کسی اور کے نام کا کوئی جانور کرے سو وہ ملعون ہے، حضرت علیؓ نے ایک کتاب میں کئی حدیثیں پیغمبر خدا کی لکھ رکھی تھیں، سو ان ہی میں کی یہ بھی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے نام کا جانور کرنا یہ بھی ان ہی کاموں میں سے ہے کہ اللہ نے خاص اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائے ہیں،

---

[۱] ہر صاحب عقل یہ سمجھتا ہے کہ اس میں مہمان نوازی، مہمان کے اکرام اور دعوتوں میں جو جانور ذبح ہوتے ہیں وہ شامل نہیں، اس میں وہ شامل ہوں گے جو دینی اعتقاد کے طور پر حصولِ قرب کے لیے ذبح کئے جائیں، عبادت و تقرب کے خیال سے حصول نفع اور نقصان سے بچنے کے لیے ذبح کئے جائیں فقہ کی کتابوں میں ذبح لغیر اللہ کے مسائل اور اس گوشت کی حرمت تفصیل سے مذکور ہے۔

اسی کے نام پر کرنا چاہیے اور کسی کے نام پر کرنا شرک ہے۔

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُولَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَوَفّٰى كُلَّ مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَائِهِمْ۔

مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعۃ الا علیٰ شرار الناس میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا حضرت عائشہؓ نے کہ سنا میں نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے کہ نہیں تمام ہوئے گا رات اور دن، یعنی قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ پوجیں لات وعزیٰ کو، سو کہا میں نے یا پیغمبر خدا بے شک میں جانتی تھی جب اتاری تھی اللہ نے یہ آیت "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ" کہ بے شک یوں ہی رہے گا آخر تک، فرمایا کہ بے شک ہوگا اسی طرح جب تک چاہے گا اللہ، پھر بھیجے گا ایک باو اچھی سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ بھر ایمان ہوگا سو رہ جاویں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں، سو پھر جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر،

ف :-

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۂ برات میں کہ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اس کو غالب کرے سب دینوں پر اگرچہ مشرک لوگ بہتیرا ہی برا مانیں، سو حضرت عائشہ رض نے اس آیت سے سمجھا کہ اس سچے دین کا روزِ قیامت تک رہے گا، سو حضرت نے فرمایا کہ اس کا زور تو مقرر ہو گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو گا مر جاویں گے، اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں، یعنی اللہ کی تعظیم، نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے، سو اسی طرح سے شرک میں پڑ جاویں گے، کیونکہ اکثر پرانے باپ دادے جاہل مشرک گذرے ہیں جو کوئی ان کی راہ و رسم کی سند پکڑے آپ ہی مشرک ہو جاوے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہو گا، سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، یعنی مسلمان لوگ اپنے نبی و ولی امام و شہیدوں کے ساتھ معاملہ شرک کا کرتے ہیں، اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے، اور کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں[1]، اور ان کی رسموں پر چلتے ہیں، جیسا برہمن سے پوچھنا، شگون لینا، ساعت ماننا، سیتلا مسانی پوجنا، ہنومان تونا چماری، کلوا بیر کی دہائی دینی، دیوالی[2] کا تہوار

---

[1] اس موقع پر مصنف رحمہ اللہ نے ان ہندوستانی معبودوں اور دیوتاؤں کا ذکر کیا ہے، جس کے بارے میں ہندوستان کے اہل شرک اور بت پرستوں کا اعتقاد ہے کہ وہ دنیا میں تصرف (یعنی اپنا حکم چلانے کی قوت رکھتے ہیں) اور بعض پھیلی ہوئی بیماریوں سے ان کا قوی تعلق ہے۔

[2] جس میں ہندوستان کے ہندو اپنے گھروں میں روشنی کرتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کرنا، نوروز ومہرجان کی خوشی کرنی، قمر درعقرب تحت الشعاع کا اعتبار کرنا، کہ یہ سب رسمیں ہنود ومجوس کی ہیں کہ مسلمانوں میں رواج پاگئی ہیں، اور اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کی راہ اسی طرح کھلے گی کہ قرآن وحدیث چھوڑ کر باپ دادوں کی رسموں کے پیچھے پڑیں گے،

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ	مشکوٰۃ کے باب لاتقوم الساعۃ الا
بْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُولُ	علی شرار الناس میں لکھا ہے کہ مسلم
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عمر نے نقل کیا کہ
يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ	پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نکلے گا دجال، سو
عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ فَيَطْلُبُهُ	بھیجے گا اللہ عیسیٰ بیٹے مریم کو سو وہ
فَيُهْلِكُهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ	ڈھونڈے گا، اس کو پھر تباہ کر دے گا
رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ	اس کو، پھر بھیجے گا اللہ ایک باد ٹھنڈی
وَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ	شام کی طرف سے سو نہ باقی رہے گا
أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ	زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر
ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ	ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو،
فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي	پھر باقی رہ جاویں گے برے برے لوگ
خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ	بیوقوفی میں، جیسے جانور پرندہ اور پھاڑ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) چراغ اور شمعیں جلاتے ہیں اور آتشیں کھیل کھیلتے ہیں، طرح طرح کی مٹھائیاں بناتے ہیں اس کے تحائف بھیجتے ہیں، اور اس کے ذریعہ مال وخوش بختی کے دیوتا کا تقرب حاصل کرتے ہیں جن کا نام انہوں نے لچھمی دیوی رکھا ہے۔

لَایَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا	کھانے کی فکر میں، نہ اچھی سمجھتے ہیں کسی
وَلَایُنْکِرُوْنَ مُنْکَرًا فَیَتَمَثَّلُ	اچھی بات کو، نہ بری سمجھتے ہیں کسی بری
لَھُمُ الشَّیْطَانُ فَیَقُوْلُ اَلَا	بات کو، پھر بھیس بدل کر آوے گا ان کے
تَسْتَحْیُوْنَ فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَا	پاس شیطان، سو کہے گا کیا تم کو شرم
تَاْمُرُنَا فَیَاْمُرُھُمْ	نہیں آتی، سو کہیں گے تو کیا بتاتا ہے
بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَھُمْ	ہم کو، سو بتاوے گا ان کو پوجنا تھانوں
فِیْ ذٰلِكَ دَارٌ رِزْقُھُمْ	کا، اور ان کی اسمیں چلی آوے گی روزی،
حَسَنٌ عَیْشُھُمْ،	اچھی طرح گذرے گی زندگی،

ف ۹ یعنی آخر زمانہ میں ایمان دار لوگ مر جاویں گے اور محض بیوقوف لوگ رہ جاویں گے کہ رات دن پرائے مال کھا جانے کی فکر میں ہیں نہ بھلا سمجھیں نہ بُرا، پھر شیطان بتا دے گا کہ محض بے دین ہو جانا بڑے شرم کی بات ہے، سو دین کا شوق ہوگا مگر اللہ و رسول کے کلام پر نہ چلیں گے، بلکہ اپنی عقل سے دین کی راہیں نکالیں گے، سو شرک میں پڑ جاویں گے اور اس حالت میں بھی ان کو روزی کی کشایش اور زندگی کا آرام مل جاوے گا، وہ اس سبب سے اور زیادہ شرک میں پڑیں گے کہ جوں جوں ہم ان کو مانتے ہیں دوں دوں مرادیں ملتی ہیں، سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہیئے کہ بعضے وقت بندہ شرک میں پڑا ہوتا ہے اور اس کے غیر سے مرادیں مانگیں ہیں، اور اللہ اس کی بھلائی کو اس کی مرادیں پوری کرتا ہے، اور یوں سمجھتا ہے کہ میں سچی راہ پر ہوں سو مراد ملنے نہ ملنے کا اعتبار نہ کیجئے اور سچا دین توحید کا اس لیے نہ چھوڑ دیجئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جاوے اور محض بے حیا ہی بن جاوے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی

برائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوائے اور کسی کو ماننے سے بہتر ہے، کیونکہ شیطان وہ باتیں چھڑا کر یہ بات سکھاتا ہے،

أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ أَلَيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِي الْخَلَصَةِ ۔

مشکوٰۃ کے باب لاتقوم الساعة الاعلیٰ شرار الناس میں لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابوہریرہؓ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نہیں آنے کی قیامت یہاں تک کہ ہلیں سرین دوس کی عورتوں کے گرد ذی خلصہ[1] کے

ف :۔ دوس نام ہے عرب کی ایک قوم کا ان میں ایک بت تھا جس کا نام ذی خلصہ تھا، وہ پیغمبر خدا کے وقت میں برباد ہوگیا تھا، مگر فرمایا کہ قیامت کے نزدیک اس کو پھر لوگ ماننے لگیں گے اور عورتیں اس کے گرد طواف کریں گی، سو ان کے سرین ہلتے آپ کو نظر آئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے گھر کے سوائے اور کسی کا طواف کرنا شرک کی بات ہے اور کافروں کی رسم ہے یہ ہرگز نہ کیا چاہیئے۔

---

[1] تبالہ میں ایک بت تھا جس کو قبیلہ دوس کے لوگ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے، اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے فرمایا الیات کے معنیٰ جسم کے نیچے کا پچھلا حصہ، مراد یہ ہے کہ اس بت (خلصہ) کے گرد طواف کریں گے، یعنی کفر کریں گے اور پھر بتوں کی تعظیم وعبادت میں لگ جائیں گے، تبالہ یمن میں ایک مقام کا نام ہے، اور ذو الخلصة دوس میں ایک بت خانہ کا نام ہے۔

الفصل الخامس [1]

فِی رَدِّ الْاِشْرَاکِ فِی الْعَادَاتِ،

فصل پانچویں اشراک فی العادات کی برائی کے بیان میں،

ف :- یعنی اس فصل میں ان آیتوں اور حدیثوں کا مذکور ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدمی اپنے دنیا کے کاموں میں جیسا معاملہ اللہ سے رکھتا ہے کہ اس کی تعظیم طرح طرح سے کرتا رہتا ہے ویسا ہی معاملہ اور کسی سے نہ کرے،

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی	فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ نساء
"اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ	میں کہ نہیں پکارتے ورے اللہ کے
اِنٰثًا ج وَاِنْ یَّدْعُوْنَ	مگر عورتوں کو، اور نہیں پکارتے ہیں
اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ۙ لَّعَنَہُ اللّٰہُ	مگر شیطان سرکش کو، کہ لعنت کی اس
وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ	کو اللہ نے اور اس نے کہا کہ بے شک
عِبَادِکَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا	میں الگ نکال لوں گا تیرے بندوں سے

[1] اس فصل میں وہ آیات واحادیث نقل ہوں گی جو یہ بتاتی ہیں کہ مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی عادات اور دنیاوی کاموں میں غیر اللہ کی تعظیم اس انداز سے کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہوتی ہے،

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ	ایک حصہ، بے شک بے راہ کروں گا
وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ	اور خیالات میں ڈالوں گا ان کو سو
اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ	کاٹیں گے جانوروں کے کان اور بیشک
فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ	سکھاؤں گا میں ان کو سو بدل ڈالیں گے
وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا	صورت بنائی ہوئی اللہ کی، اور جس نے
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ	ٹھہرایا شیطان کو حمایتی اللہ کو چھوڑ
خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ٭ يَعِدُهُمْ	کر، سو بے شک صریح ٹوٹے میں پڑا،
وَيُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ	جو وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو
الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ٭ اُولٰٓئِكَ	محض دغا ہے، ان لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ	ہے، اور نہ پاویں گے اس سے
عَنْهَا مَحِيْصًا (نساء، آیت ۱۱۷ تا ۱۲۱)	چھٹکارا۔[۱]

ف :- یعنی اللہ کے سوائے جو اور لوگوں کو پکارتے ہیں سو اپنے خیال میں

---

[۱] قرآن کریم کی یہ آیت معجزات قرآن کریم میں سے ہے، مشرک قوموں کی بت پرستی جیسے یونانیوں ہندوؤں کی دیومالا ہے وہ زیادہ تر مونث خداؤں اور عورتوں ہی کے طبقہ سے تعلق رکھتی ہے ان کی دل چسپی اور وارفتگی عورتوں ہی سے ہے، اور انہیں کے سامنے جھکتے ہیں، مذکر معبودوں سے ان کا شغف و تعلق بہت کمزور ہے، اکثر عبادت گاہیں (یعنی مندر) انہیں مونث معبودوں کے نام سے بنے ہیں، فلسفہ علم الالٰہیات میں بھی انہیں کا ذکر و تذکرہ رہتا ہے، اس کی تصدیق ہر وہ شخص کرے گا جس نے یونانی فلسفہ اور ہندوستانی میتھالوجی کی تاریخ پڑھی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بالکل سچ فرمایا ہے، اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا،

عورتوں کا تصور باندھتے ہیں، پھر کوئی حضرت بی بی کا نام ٹھہرالیتا ہے، کوئی بی بی آسیہ[1] کوئی بی بی آناؤلی، کوئی لال پری، کوئی سیاہ پری، کوئی سیتلا اور مسانی وکالی، غرض ایسے ہی خیالات باندھتے ہیں[2] اور وہاں حقیقت میں نہ کوئی عورت ہے نہ کوئی مرد، محض اپنا خیال ہے اور شیطان کا وسواس اور یہ جو کبھی سر پہ چڑھ کر بولتا ہے اور کبھی کوئی کرشمہ دکھا دیتا ہے سو وہ شیطان ہے، سو سب ان کی نذر و نیاز یں اسی کو پہنچتی ہیں، سو اپنے خیال میں تو عورتوں کو دیتے ہیں[3] اور حقیقت میں شیطان لے لیتا ہے، اور ان کو اس سے کچھ فائدہ نہیں، نہ دین کا نہ دنیا کا، کیونکہ شیطان اللہ کی درگاہ سے رانده ہوا ہے، سو اس سے دین کا تو کیا فائدہ ہوتا ہے اور انسان کا دشمن اس کا کب بھلا چاہے، بلکہ وہ تو اللہ کے روبرو کہہ چکا ہے کہ بہت سارے تیرے بندوں کو اپنا بندہ بناؤں گا اور ان کو گمراہ کردوں گا، کہ اپنے خیالات کو مانیں گے، اور جانور میرے نام کے ٹھہرادیں گے، اور ان پر میری نیاز کا نشان کریں گے، جیسے جانور کا کان چیرنا، یا کان کاٹنا، یا اس کے گلے میں ناڑا ڈالنا، ماتھے پر مہندی لگانا، منہ پر سہرا باندھنا، منہ کے اندر پیسہ رکھنا، غرضکہ جو کچھ جانور پر نشان کردیجئے اس بات کا کہ یہ فلانے کی نیاز ہے وہ سب اسی میں داخل ہے، اور یہ بھی شیطان نے کہا ہے کہ ان کو میں سکھاؤں گا کہ اللہ کی صورت

---

[1] مشہور یہ ہے کہ فرعون کی بیوی ہیں جن کے ایمان واستقامت کا قرآن کریم میں تذکرہ ہے، انہوں نے اپنے عقیدۂ توحید کی پاداش میں بڑی تکلیفیں جھیلیں، ملاحظہ ہو (تفسیر ابن کثیر سورہ تحریم)

[2] مؤلف نے اس موقعہ پر بہت سے ہندوستانی نام لکھے ہیں ان کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوتا، ان ناموں نے ہندوستانی دیومالا (میتھالوجی) میں بڑی جگہ گھیر رکھی ہے اور ہندوستان میں بہت سے لوگوں کی عقلوں پر چھائے ہیں۔

[3] جانوروں اور چوپایوں کے ساتھ یہ ہندوستان کے مشرکین کی عادات ہیں خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم،

بنائی ہوئی بدلیں گے، یعنی جیسی اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کی صورت بنا دی ہے، اس کو بدل ڈالیں گے، کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھے گا، کوئی کسی کے نام پر ناک کان چھیدے گا، کوئی داڑھی منڈا کر خوبصورتی دکھا دے گا، کوئی چار ابرو کی صفائی دے کر فقیری جتا دیگا یہ سب شیطان کے وسواس ہیں اور اللہ و رسول کے خلاف، سو جس نے اللہ سے کریم کو چھوڑ کر شیطان سے دشمن کی راہ پکڑی سو صریح غبن کھایا، کیونکہ شیطان اول تو دشمن، دوسرے سوائے وسواس ڈالنے کے کچھ قدرت بھی نہیں رکھتا، سو وہ یہی کرتا ہے کہ کچھ وعدے جھوٹے دیتا ہے کہ فلانے کو مانوگے تو یہ ہوگا اور فلانے کو مانوگے یوں ہوگا، اور دور دور کی آرزوئیں جتاتا ہے کہ اتنے روپئے ہوویں تو ایسا باغ بنے اور محل تیار ہو، سو وہ ہاتھ نہیں لگتے سو آدمی گھبرا کر اللہ کی راہ بھول جاتا ہے، اوروں کی طرف دوڑنے لگتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے، یہ کسی کے ماننے نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا، بلکہ یہ سب شیطان کا وسواس ہے اور اس کی دغابازی اور آخر انجام ان باتوں کا یہی ہے کہ آدمی اللہ سے پھر جاتا ہے اور شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے، اور اصل دوزخی بن جاتا ہے اور ایسا شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے کہ بہتیرا ہی چاہے کہ چھوٹے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا،

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھُوَ	اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ اعراف
الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ	میں کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے پیدا کیا تم
وَّجَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ	کو ایک جان سے اور بنایا اسی سے جوڑا
اِلَیْھَا فَلَمَّا تَغَشّٰھَا حَمَلَتْ حَمْلًا	اس کا کہ چین پاوے اس سے، پھر جب
خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِہٖ	اس نے ڈھانپ لیا اس کو پیٹ رہ گیا
فَلَمَّا اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰہَ	اس کو ہلکا سا، پھر گندگی اسی طرح، پھر

رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا	جب بوجھل ہوئی تو پکارنے لگے اپنے
صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ	مالک اللہ کو کہ جو بخش دے تو ہم
الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا آتَاهُمَا	کو اچھا بچہ تو بے شک ہم ہو دیں حق
صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا	ماننے والے، پھر جب اس نے
آتَاهُمَا فَتَعَالَى	دیا ان کو اچھا بچہ ٹھہرانے لگے اس کے
اللَّهُ عَمَّا	شریک اسی چیز میں کہ اس نے دیا ان
يُشْرِكُونَ ۝	کو، سو بہت دور ہے اللہ ان کے
(سورۂ اعراف، آیت ۱۸۹ تا ۱۹۰)	شریک بنانے سے،

ف :- یعنی اول بھی انسان کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور اسی سے جوڑ و بھی دی اور خاوند جورو میں الفت دی، اور جب اولاد کی امید ہوتی ہے تو اس کو پکارتے ہیں، اور وعدہ کرتے ہیں جو اولاد اچھی بھلی ہووے تو اللہ کا بہت حق مانیں، پھر جب وہ اولاد بخشتا ہے تو اوروں کو ماننے لگتے ہیں، اور ان کی نذر و نیازیں کرتے ہیں، کوئی کسی کی قبر پہ لے جاتا ہے، کوئی کسی کے تھان پہ، کوئی کسی کے چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے بدھی پہناتا ہے، کوئی کسی کے بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کا فقیر بناتا ہے، کوئی نام رکھتا ہے نبی بخش، علی بخش، کوئی پیر بخش، کوئی سیتلا[1] بخش، کوئی گنگا بخش، سو اللہ تو کچھ ان

---

[1] یہ ایک ہندوستانی دیوی (مونث خدا) کا نام ہے، اس کے پوجنے والوں کا عقیدہ ہے کہ وہ چیچک کے مرض کی مالک ہے، انسان اس دیوی کے منشا سے اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے اسی کی مرضی سے اس سے شفایاب ہوتا ہے، کبھی اس لفظ کا اطلاق نفس چیچک کی بیماری پر ہوتا ہے، ملاحظہ ہو۔

(نور اللغات ج ۳، ص ۴۰۰)

کی نذر و نیاز کی پروا نہیں رکھتا[1] وہ تو بہت بڑا بے پرواہ ہے، مگر وہ آپ ہی مردود ہو جاتے ہیں،

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَعَلُوْا	اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ انعام
لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ	میں کہ لوگ ٹھہراتے ہیں اللہ کا اس
وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا	چیز میں سے کہ اس نے پیدا کیا ہے کھیتی
ھٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِھِمْ	اور مواشی سے ایک حصہ، سو کہتے ہیں
وَھٰذَا لِشُرَکَائِنَا	اپنے خیال میں کہ یہ اللہ کا ہے، اور یہ

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ مصائب کو دور کرنے اور بیماریوں سے شفا یاب ہونے کے سلسلہ میں گڑھی ہوئی دیویوں اور خیالی شخصیتوں کا سہارا لینے کا عقیدہ بہت پرانے زمانے سے تھا، خصوصًا مسلمانوں کے اندر بے پڑھی لکھی عورتوں میں یہ بات پائی جاتی تھی، حضرت مجدد صاحب یعنی حضرت شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی متوفی ۱۰۳۴ھ اپنی ایک معتقد و مرید نیک خاتون کے نام خط میں لکھتے ہیں :-

بہت سی جاہل عورتوں نے غیر اللہ سے مدد طلب کرنے اور بلاؤں کو دور کرنے کے سلسلہ میں ایسے نام گڑھ رکھے ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، چنانچہ اس گناہ میں مبتلا ہیں، جو شریعت اسلامیہ میں ممنوع و ناجائز ہے، لہٰذا وہ اپنے اس عقیدہ کے سبب شرک اور مشرکانہ حالات کی بدترین مصیبت میں مبتلا ہیں، یہ بات اس وقت بہت کھل کر سامنے آتی ہے جب چیچک کی بیماری کی وبا پھیل جاتی ہے جس کو ہندوستان میں عورتیں سیتلا کہتی ہیں، اب الاوقات نیک اور صالح عورتیں بھی اس کفر و جہالت کا شکار ہو جاتی ہیں، مشکل ہی سے کوئی عورت شرک کی ان باریکیوں سے بچی ہوگی، اور اس وقت کے پھیلے ہوئے رسم و رواج سے محفوظ ہوگی۔ الا ماشاء اللہ، مکتوب نمبر ۴۱ مکتوبات امام ربانی،

فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ	ہمارے شریکوں کا، سو جو ٹھہرایا ان
إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ	شریکوں کا وہ نہ مل جاوے اللہ کی طرف
فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ	اور جو ٹھہرایا اللہ کا وہ مل جاوے اور
سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ،	شریکوں کی طرف بہت برا حکم
(سورۂ انعام، آیت ، ۱۳۷)	کرتے ہیں ،

ف :- یعنی سب کھیتی اور مواشی اللہ ہی نے پیدا کی ہے اور کسی نے نہیں کی، پھر اس میں سے جس طرح اس کی نیاز نکالتے ہیں اسی طرح اوروں کی بھی نیاز کرتے ہیں، بلکہ اوروں کی نیاز کی جتنی احتیاط اور ادب کرتے ہیں اس کی اتنی نہیں کرتے ،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَقَالُوا	اور کہا اللہ تعالےٰ نے یعنی سورۂ
هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ	انعام میں کہ کہتے ہیں یہ مواشی اور
حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ	کھیتی اچھوتی ہے کہ نہ کھاوے اس
نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ	کو مگر کہ وہی کہ چاہیں ہم اس کو،
حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ	محض اپنے خیال سے، اور بعضے مواشی
لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا	ہیں کہ منع ہے سواری اس کی، اور بعضے
افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ	ہیں کہ نہیں مذکور کرتے اللہ کا نام
بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ،	اس پر، یہ سب جھوٹ باندھا ہے
(سورۂ انعام . آیت ۱۳۹)	اللہ پر، سو وہ سزا دیوے گا ان کو
	بدلے جھوٹ باندھنے کے ،

ف :- یعنی لوگ محض اپنے خیال سے ٹھہرا لیتے ہیں، کہ فلانی چیز اچھوتی ہے اس کو فلانا کھاوے اور فلانا نہ کھاوے، اور بعضے جانوروں پر لادنے سے اور سواری سے

منع کرتے ہیں کہ یہ فلانے کی نیاز کا ہے اس کا ادب کیا چاہیے، اور بعضے جانوروں کو اللہ کے نام کا نہیں ٹھہراتے بلکہ اور کسی کے نام تبلاتے ہیں اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ان باتوں سے اللہ خوش ہوتا ہے اور مرادیں دیتا ہے سو یہ سب جھوٹ ہے اس کی سزا پاویں گے،

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَاَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ، (سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۳)

اور کہا اللہ تعالیٰ نے، یعنی سورۂ مائدہ میں نہیں ٹھہرایا اللہ نے کوئی بحیرہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی لیکن کافر لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ، اور اکثر وہ سمجھ نہیں[1] رکھتے۔

ف: یعنی جو جانور کسی کے نام کا ٹھہراتے تھے اس کا کان پھاڑ دیتے تھے

---

[1] اس آیت کی تفسیر بخاری شریف کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے، فرمایا بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ دیوتاؤں کے لیے چھوڑا جاتا ہے، کوئی شخص اس کو نہیں دوہتا، سائبہ وہ اونٹنی جو دیوتاؤں کے نام پر آزاد چھوڑ دی جاتی تھی، اس پر سامان وغیرہ نہیں لادا جاتا تھا حضرت سعید فرماتے ہیں، "حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، حضورؐ نے فرمایا میں نے عمر بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی آنت کو آگ میں گھسیٹ رہا ہے، یہ پہلا شخص تھا جس نے دیوتا کے نام پر لونٹنی کو آزاد چھوڑا، وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پہلی بار دو بچے دے، پہلا نر اور دوسرا مادہ ہو تو اس کو دیوتا کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے ہیں، حام وہ سانڈ اونٹ جس کو متعین جفتی کے بعد دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس پر بوجھ نہیں اٹھاتے تھے،

اس کو بحیرہ کہتے تھے، اور جو سانڈ کرتے تھے اس کو سائبہ کہتے تھے اور جو کسی کی منت مانتے کہ فلانے جانور کا بچہ اگر نر ہووے تو ہم اس کی نیاز کر دیں پھر جو اکٹھا نر و مادہ ہوتا تو نر کو بھی نیاز نہ چڑھاتے کہ مادہ کے ساتھ مل کر وہ بھی نیاز نہ ٹھہرے اس مادہ کو وصیلہ کہتے ہیں اور جس جانور کی پشت سے دس بچے ہو لیتے اس پر لادنا اور چڑھنا موقوف کر دیتے اس کو حامی کہتے تھے سو فرمایا کہ یہ سب باتیں اللہ نے نہیں فرمائیں، یہ انہوں نے اپنی بیوقوفی سے رسمیں باندھ لی ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی جانور کسی کے نام کا ٹھہرا رکھنا اور کچھ اس کا نشان اس پر لگا دینا اور یہ معین کرنا کہ فلانے کی نیاز گائے ہی ہوتی ہے اور فلانے کی بکری اور فلانے کی مرغی یہ سب رسمیں بیوقوفی کی ہیں، اور خلاف اللہ کے حکم کے،

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی	اور کہا اللہ تعالیٰ نے، یعنی
"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ	سورۂ نحل میں کہ نہ کہو جھوٹی باتیں
اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ هٰذَا	کہ بیان کرتی ہیں تمہاری زبانیں
حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ	کہ یہ کیا چاہئے اور یہ نہ کیا چاہئے کہ
لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ	باندھتے ہو اللہ پر جھوٹ بے شک
اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی	جو لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ
اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ، (سورۂ نحل آیت ۱۱۶)	وہ مراد نہیں پاتے،

ف :- یعنی اپنی طرف سے جھوٹ مت ٹھہرالو کہ فلانا کام کیجئے اور فلانا کام نہ کیجئے کہ کسی کام کو روا، یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے، سو اس میں اللہ پہ جھوٹ باندھنا ہے اور یہ خیال باندھنا کہ فلانے کام کو یوں کیجئے تو مرادیں ملتی ہیں اور نہیں تو کچھ خلل ہو جاتا ہے سو یہ خیال غلط ہے کیونکہ اللہ پر جھوٹ باندھنے سے کبھی مراد

نہیں ملتی، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ محرم کے مہینے میں پان نہ کھایا چاہئے، لال کپڑا نہ پہنئے، حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھاویں اور جب ان کی نیاز کیجئے تو اس میں بالضرور فلانی فلانی ترکاریاں ہوں، اور مسی اور مہندی ہو اور اس کو لونڈی نہ کھاوے اور جس عورت نے دوسرا خاوند کیا ہے وہ بھی نہ کھاوے اور جو نیچ قوم ہو یا بدکار وہ بھی نہ کھاوے اور شاہ عبد الحق کا توشہ حلوا ہی ہوتا ہے اور ان کو احتیاط سے بنایئے اور حقہ پینے والے کو نہ دیجئے، اور شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی چڑھتا ہے اور بوعلی قلندر[1] کی سہ منی اور اصحاب کہف کی گوشت روٹی اور بیاہ میں فلانی فلانی رسمیں ضروری ہیں اور موت میں فلانی فلانی، اور موت کے بعد نہ آپ شادی کیجئے نہ شادی میں بیٹھئے نہ اچار ڈالئے اور فلانے لوگ نیلا کپڑا نہ پہنیں[2]، اور فلانے لال سو سی نہ پہنیں، سو سب جھوٹے ہیں اور شرک میں گرفتار اور اللہ کی حکومت کی شان میں اپنا دخل کرتے ہیں کہ ایک شرع اپنی جدا قائم کرتے ہیں،

اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ	اور مشکوۃ کے باب الکہانۃ میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم نے

---

[1] ہندوستان کے مشہور بزرگ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی. تصوف و طریقت کی تعلیم شیخ شمس الدین تبریزی سے حاصل کی تعلق ان کا سلسلہ سہروردیہ سے تھا ۷۲۴ھ میں وفات پائی اور پانی پت میں مدفون ہوئے۔

[2] یہ جاہلی رسوم و عادات تھے جو ہندوستانی مسلمانوں میں بت پرستوں کے جوار میں رہنے کے سبب ان میں پیدا ہو گئے تھے اور انہوں نے ان کو اس مضبوطی سے اپنا لیا تھا، جیسے وہ نص قرآنی سے ثابت ہوں اور شرعی امور و احکام ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر،

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ	ذکر کیا کہ زید بن خالد نے نقل
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ	کیا کہ نماز پڑھائی ہم کو پیغمبر خدا
الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَۃِ عَلٰی	نے نماز فجر کی حدیبیہ میں
اِثْرِ سَمَاءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ	پیچھے مینہ کے کہ رات کو برسا تھا
فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَی	پھر جب پڑھ کے بیٹھے، منہ کیا
النَّاسِ فَقَالَ ھَلْ تَدْرُوْنَ	لوگوں کی طرف پھر فرمایا کہ جانتے ہو
مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوْا	تم، کیا فرمایا تمہارے رب
اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ	نے، لوگوں نے کہا کہ اللہ و رسول
اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ	ہی خوب جانتا ہے کہا کہ فرمایا
وَکَافِرٌ بِیْ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا	کہ آج فجر کو ہوں گے بعضے بندے
بِفَضْلِ اللّٰہِ وَرَحْمَتِہٖ فَذٰلِكَ	میرے مؤمن اور بعضے کافر، سو جس نے
مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ	کہا ہم کو مینہ ملا اللہ کے فضل
بِالْکَوْکَبِ وَاَمَّا مَنْ	سے اور اس کی رحمت سے سو وہ مجھ
قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا	پر یقین لایا، اور ستاروں کا منکر ہوا
فَذٰلِكَ کَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ	اور جس نے کہا کہ ہم کو مینہ ملا فلانے
بِالْکَوْکَبِ ،	نچھتر سے، سو وہ میرا منکر ہوا، اور
	ستاروں پر یقین لایا،

ف: یعنی جو کوئی عالم کے کاروبار کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھتا ہے سو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے منکروں میں جانتا ہے اور ستارہ پوجنے والوں میں شمار کرتا ہے اور جو کوئی ان سب کاروبار کا کارخانہ اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے سو اس کو اللہ بھی اپنے

مقبول بندوں میں گن لیتا ہے اور ستارہ پرستوں سے نکال لیتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک و بد ساعت کا ماننا اور اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا اور نجومی کے کہے پر یقین کرنا شرک کی باتیں ہیں کہ یہ سب نجوم سے علاقہ رکھتی ہیں، اور نجوم کا ماننا ستارہ پرستوں کا کام ہے،

اَخْرَجَ رَزِيْنٌ عَنْ اِبْنِ	مشکوٰۃ کے باب الکہانۃ میں
عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	لکھا ہے کہ رزین نے ذکر کیا کہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ	ابن عباس نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا
بَابًا مِنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ	نے فرمایا کہ جس نے سیکھی کوئی بات
بِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فَقَدِ	علم نجوم کی سوائے اس کے کہ
اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ،	بیان کی ہے اللہ نے تو سیکھی اس
اَلْمُنَجِّمُ كَاهِنٌ، وَالْكَاهِنُ	نے ایک راہ جادو کی نجومی کاہن ہے،
سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ	اور کاہن جادوگر ہے، اور جادوگر
كَافِرٌ۔	کافر ہے،

ف :۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ستاروں کا بھی مذکور کیا ہے کہ ان میں اللہ کی قدرت معلوم ہوتی ہے اور اس کی حکمت اور ان سے آسمانوں کی خوبصورتی ہے اور شیطانوں کو انہیں سے مار مار کر بھگاتے ہیں یہ بات ذکر نہیں کی کہ کچھ جہان کے کارخانے میں ان کو دخل ہے اور دنیا میں کچھ بھلائی برائی ان کی تاثیر سے ہوتی ہے، سو جو کوئی وہ پہلی بات چھوڑ کے اس دوسری بات کی تحقیق کے پیچھے پڑے اور اس سے معلوم کر کر غیب کی باتیں بتایا کرے سو جیا برہمن جنوں سے پوچھ پوچھ کر غیب کی باتیں بتلاتا ہے کہ جس کو عربی زبان میں کاہن کہتے ہیں، یہ بھی اسی طرح نجوم سے معلوم کر کر غیب کی

باتیں بتلاتا ہے تو گویا نجومی اور کاہن کی ایک ہی راہ ہے اور کاہن تو جادوگروں کی طرح جنوں سے دوستی کرتا ہے اوران سے دوستی اسی طرح پیدا ہوتی ہے کہ ان کو ماننئے اور پکاریئے اور بھوگ دیجئے سو یہ کفر کی بات ہے، سو نجومی اور کاہن اور ساحر کفر کی راہ چلتے ہیں،

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ حَفْصَةَ	مشکوٰۃ کے باب الکہانۃ میں
زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ بی بی حفصہؓ
قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ	نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰی عَرَّافًا	کہ جو کوئی جاوے کسی غیب بتانے
فَسَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ	والے کے پاس پھر پوچھے اس سے کچھ
لَہٗ صَلٰوۃٌ اَرْبَعِیْنَ	تو نہیں مقبول ہوتی اس کی نماز
لَیْلَةً	چالیس دن،

ف: یعنی جو کوئی غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ رکھتا ہے اس کے پاس جو کوئی جا کر پوچھے تو اس کی عبادت چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی کیونکہ اس نے شرک کی بات کی اور شرک سب عبادتوں کا نور کھو دیتا ہے اور نجومی اور رمّال اور جفّار دیکھنے والے اور نامہ نکالنے والے اور کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرنے والے اسی میں داخل ہیں،

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ	مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرہ
قَبِیْصَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی	میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ	کہ قبیصہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے

اَلْعِيَافَةُ وَالطَّرْقُ وَالطِّيَرَةُ مِنَ الْجِبْتِ،	فرمایا کہ شگون لینے کے لیے جانور اڑانے اور فال نکالنے کے لیے کچھ ڈالنا اور کسی طرح کا شگون لینا کفر کی رسموں سے ہے،
اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ،	مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرہ میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ ابن مسعودؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ شگون لینا شرک ہے شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے،

ف:۔ یعنی عرب کے لوگوں میں شگون لینے کا بہت رواج تھا اور اس کا بڑا اعتقاد تھا اس پر حضرتؐ نے کئی کئی بار فرمایا کہ شرک کی بات ہے تاکہ لوگ اس عادت کو چھوڑ دیں۔

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاهَامَةَ وَلَاعَدْوٰى وَلَاطِيَرَةَ وَاِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ۔[1]	مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرہ میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ سعد بن مالک نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نہیں ہامہ اور نہ کسی کا کسی کو مرض لگتا ہے اور نہ کسی چیز میں نامبارکی ہے، اور جو ہو نامبارکی کسی چیز میں تو گھر میں اور گھوڑے میں اور عورت میں ہے

(حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

ف :- یعنی عرب کے جاہلوں میں مشہور تھا کہ جو کوئی مارا جاوے اور اس کا کوئی بدلہ نہ لیوے تو اس کے سر کے کھوپڑی میں سے ایک اُلّو نکل کر فریاد کرتا پھرتا ہے اس کو ہامہ کہتے تھے سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی یہ کہنے کہ آدمی مر کر کسی جانور کی صورت میں بن آتا ہے سو وہ جھوٹا ہے اور یہ بھی انہیں میں مشہور تھا کہ بعضے مرض جیسے خارش یا جذام ایک سے دوسرے کو لگ جاتا ہے سو فرمایا کہ یہ بھی غلط ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں دستور ہے کہ جس لڑکے کو چیچک نکلے اس سے پرہیز کرتے ہیں اور لڑکوں کو اس کے پاس جانے نہیں دیتے کہ کہیں اس کے بھی نہ نکل آوے یہ کفر کی رسم ہے اس کو نہ ماننا چاہئے اور یہ بھی انہیں میں مشہور تھا کہ فلانا کام فلانے کو نامبارک ہوا اور اس کو راست نہ آیا سو فرمایا کہ یہ بھی غلط ہے اور کچھ اس بات کا اثر ہے تو تین ہی چیزوں میں ہے یعنی گھر گھوڑا عورت اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ چیزیں کبھی مبارک بھی ہوتی ہیں مگر اس کے معلوم کر لینے کی راہ نہیں بتائی کہ کیونکر جان لیجئے کہ یہ مبارک ہے اور یہ نامبارک، سو یہ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو گھر شیر دہان اور جو گھوڑا ستارہ پیشانی اور عورت کلجبی ہو تو نامبارک ہوتی ہے،

لہ (پچھلے صفحہ کا حاشیہ) امام بخاریؒ نے ابن عمرؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، نحوست گھر، عورت اور گھوڑے میں ہے، اس کی وضاحت اسماء بنت عمیس کی روایت سے ہوتی ہے، جو طبرانی نے نقل کیا ہے، انہوں نے پوچھا اللہ کے رسولؐ! گھر کی نحوست کیا ہے؟ فرمایا صحن کی تنگی اور پڑوسیوں کی خباثت، پوچھا جانور کی نحوست کیا ہے؟ فرمایا وہ اپنے اوپر سوار نہ ہونے دے اور شرارت کرے، پوچھا گیا عورت کی نحوست کیا ہے؟ فرمایا بانجھ اور بداخلاق ہونا۔

سواس کی کچھ سند نہیں بلکہ مسلمان لوگوں کو یوں چاہئے کہ ان باتوں کا کچھ خیال نہ کریں، اور جب نیا مکان لیویں یا گھوڑا ہاتھ لگے یا بیاہ کریں یا لونڈی مول لیویں تو اللہ سے اس کی بھلائی مانگیں اور اسی سے اس کی برائی سے پناہ چاہیں اور باقی اور چیزوں میں اس قسم کے خیالات نہ دوڑادیں کہ فلانا کام مجھے راست آیا اور فلانا نہ آیا۔

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ	مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرہ
اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	ابوہریرہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خداؐ نے
لَاعَدْوٰی[1] وَلَا	فرمایا کہ نہ کسی کا کسی کو مرض لگے
ھَامَۃَ وَلَاصَفَرَ	اور نہ کسی مردہ کی کھوپڑی میں سے
	الّو نکلے اور صفر[2] بھی کچھ نہیں،

---

[1] امراض کے متعدی ہونے کی نفی وانکار میں بہت سی احادیث مذکور ہیں، جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے اور مرض کے متعدی ہونے کی احادیث بھی موجود ہیں، مثلاً مجذوم (یعنی جذام کے مریض) سے اس طرح بھاگو (دور رہو) جیسے شیر سے ڈر کر بھاگتے ہو، اس سلسلہ میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں، لیکن نفی اور اثبات دونوں کے سلسلہ میں راجح قول دو مختلف حالتوں کی بنیاد پر ہے کہ جہاں مرض متعدی نہ ہونے کا تذکرہ ہے وہاں مخاطب وہ شخص ہے جس کا یقین وتوکل علی اللہ اس درجہ کا ہو کہ وہ متعدی ہونے کے عقیدہ کو اپنے نفس سے دفع کر سکے، جذامی کے ساتھ کھانے کے سلسلہ میں حضرت جابرؓ کی حدیث اسی پر محمول کی جائے گی، جیسا کہ کتاب کے متن میں آئے گا یا اس مضمون کی اور جو حدیثیں ہیں اسی پر محمول ہونگی، جہاں جذامی سے بھاگنے کا حکم ہے، وہاں مخاطب وہ شخص ہے جس کا یقین کمزور ہو اور "عدوی"

ف :- یعنی عرب کے جاہلوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ جس کے ایسا مرض پیدا ہوجاوے کہ کھاتا چلا جاوے اور پیٹ نہ بھرے جس کو حکیم جوع الکلب[۳] کہتے ہیں تو اس

بقیہ حاشیہ گذشتہ کا :- کے اعتقاد کو دفع نہ کرسکے، حضور نے دونوں پر عمل فرمایا ہے تاکہ دونوں قسم کے لوگوں کے لیے آپ کے اسوۂ حسنہ میں گنجائش رہے، بعض لوگوں نے کہا کہ متعدی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بذات خود وہ مرض کسی کو نہیں لگ سکتا ہے، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کا عقیدہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ متعدی ہونے کا حکم جاری فرماتے ہیں، (لامع الدراری علی جامع البخاری حضرت مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی)

۲ (وَلَا صَفَرَ) کی تشریح میں بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس سے لوگوں کے اس عقیدہ کی نفی ہوتی ہے کہ ماہ صفر منحوس ہے، اس میں مصائب و آفات پیش آتی ہیں (شرح بخاری للقسطلانی ج ۸ ص ۳۱۸ مجمع بحار الانوار میں ہے، صفر سے مراد ماہ صفر ہے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اس میں کثرت سے مصائب و پریشانیاں پیش آتی ہیں، لہٰذا شارع علیہ السلام نے اس کی نفی کی ہے (مجمع بحار الانوار ج ۲، ص ۲۵۱)

ہندوستان میں بھی "خالی" کا مہینہ ایسا ہی سمجھا جاتا ہے، اور اس میں تقریبات وغیرہ سے پرہیز کیا جاتا ہے،

۳ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے، وہ ایک جانور ہے جو بھوک لگنے پر غضبناک ہوجاتا ہے اور کبھی کبھی اپنے مالک ہی کو مار ڈالتا ہے، لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ خارش سے بھی زیادہ متعدی چھوت والا ہے، اس کو امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے جو وہ اپنی صحیح میں لائے ہیں، اس سے مقصود متعین ہوگیا،

(ج ۸، ص ۳۱۸)

کے پیٹ میں کوئی بھوت بلا گھس جاتی ہے کہ وہی کھاتی چلی جاتی ہے اس کو صفر کہتے تھے، سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے کچھ بھوت بلا نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بعضے مرضوں کے ساتھ کچھ بلا خیال کرتے ہیں اور اسی کو مانتے ہیں، جیسے سیتلا اور مسانی اور براہی، سو یہ سب غلط ہے اور یہ بھی ان میں مشہور تھا کہ مہینہ صفر کا نامبارک ہے اس میں کوئی کام نہ کیا چاہئے، سو یہ بھی غلط ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات کہنی کہ تیرہ دن صفر کے نامبارک ہیں ان میں کچھ بلائیں اترتی ہیں اور اسی پر ان دنوں کا نام تیرہ تیزی[1] رکھنا کہ ان کی تیزی سے کچھ کام بگڑ جاتا ہے اور اسی طرح کسی مہینے کو یا تاریخ کو یا دن کو نامبارک سمجھنا یہ سب شرک کی باتیں ہیں،

أَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ	مشکوٰۃ کے باب الفال والطیرہ میں
جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ	لکھا ہے کہ ابن ماجہ نے ذکر کیا کہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ	جابر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ پیغمبر خدا
بِيَدِ مَجْذُومٍ فَوَضَعَهَا	صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑھی کا
مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ قَالَ	ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ رکابی میں رکھ
كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا	دیا، پھر فرمایا کہ کھا اللہ پر اعتماد
عَلَيْهِ،	کر کے اور اس پر بھروسہ کر کے،

ف:- یعنی ہم کو اللہ پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ، جس کو چاہے بیمار

---

[1] عوام کا عقیدہ تھا کہ صفر کے شروع کے تیرہ دن زیادہ خطرناک ہوتے ہیں لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ماہ صفر کی ان تاریخوں میں زیادہ مصیبتیں آتی ہیں، ہندوستان کے عوام اس کو تیرہ تیزی کہتے ہیں،

کردے جس کو چاہے تندرست، ہم کسی بیمار کے ساتھ کھانے سے پرہیز نہیں کرتے اور بیماری کا لگ جانا نہیں مانتے ،

أَخْرَجَ أَبُوْدَاوُدَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْأَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْأَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْأَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِ أَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ إِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى أَحَدٍ شَأْنُ اللّٰهِ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَيْحَكَ أَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ إِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوٰتِهٖ لَهٰكَذَا

مشکوٰۃ کے باب بدء الخلق میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ جبیرؓ نے نقل کیا کہ آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گنوار، پس کہا کہ سختی میں پڑ گئیں جانیں اور بھوکے مرتے ہیں کنبے اور مر گئے مواشی، سو مینھ مانگو اللہ سے ہمارے لیے کیونکہ ہم سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہارے پاس، پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نرالا ہے، اللہ نرالا ہے اللہ سو اللہ کی پاکی یہاں تک بولتے رہے کہ اس کا اثر ان کے یاروں کے چہروں میں معلوم ہونے لگا پھر فرمایا کہ کیا بیوقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے سفارش نہیں کرتا اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے کیا بیوقوف ہے تو جانتا ہے کیا چیز ہے

اَوْ قَالَ بِاَصَابِعِہٖ مِثْلُ	اللہ بے شک تخت اس کا اس کے
الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ	آسمانوں پر اسی طرح سے ہے اور بتلایا
لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ	اپنی انگلیوں سے کہ قبہ کی طرح اور بیشک
الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ ۔	وہ چرچر بولتا ہے اس سے جیسا چرچر
	بولے پالان اونٹ کا سوار کے بوجھ سے،

ف :- یعنی ملک عرب میں قحط پڑا تھا سو ایک گنوار نے آکر پیغمبر خدا کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس، ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس سو یہ بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور وحشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے، پھر اس شخص کو سمجھایا کہ کسی کو جو کسی پاس اپنا سفارشی ٹھہراتے تو یوں ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر سے وہ کر دے سو جب یہ کہا اللہ کو سفارشی پیغمبر کے پاس ہم نے ٹھہرایا سو گویا اصل مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی، سو یہ بات محض غلط ہے اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کہ سارے آسمان و زمین کو عرش اس کا قبہ کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تھام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چرچر بولتا ہے سو کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی بڑائی کا بیان بھی کر سکے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی دوڑا سکے پھر کسی کام میں دخل کرنے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی تو کس کو قدرت، وہ خود مالک الملک بغیر لشکر اور فوج کے اور بغیر کسی وزیر اور مشیر کے ایک آن میں کروڑوں کام کرتا رہتا ہے وہ کس کے روبرو سفارش کرے اور کس کا منہ کہ اس کے سامنے کسی کام کا

مختارین کے بیٹھے، سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منھ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے پھر کیا کہئے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا سا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے دو برس بڑا ہوں، کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کی صورت نہ دیکھوں اور کسی نے یہ بیت کہی ہے۔ ؎

دل از مہر محمد ریشں دارم
رقابت با خدای خویش دارم

اور کسی نے یوں کہا، ع

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

اور کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت الوہیت سے افضل بتاتا ہے[1]، اللہ پناہ میں رکھے ایسی ایسی باتوں سے کیا اچھی بیت کہی ہے کسی شاعر نے ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

---

[1] مصنف ؒ نے جو اقوال نقل فرمائے ہیں وہ حضور ؐ کی مدح میں غلو کرنے والوں کی عبارتوں سے ماخوذ ہیں اور ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں بعض باتیں تو ہندوستانی اور فارسی ادب میں ضرب المثل کے طور پر مشہور ہو گئی ہیں،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اس میں یوں پڑھتے ہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ[1] یعنی اے شیخ عبدالقادر دو تم اللہ کے واسطے یہ لفظ

---

[1] اکثر فقہائے مذاہب اور محقق صوفیاء کرام اس وظیفہ کے عدم جواز کے قائل ہیں اس سلسلہ میں ان کے مضامین اور فتوے ہیں یہاں ہم فخر المتاخرین مولانا عبدالحی رح فرنگی محلی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) جو کثیر التعداد مشہور کتابوں کے مصنف ہیں، جواب نقل کرتے ہیں جو اس وظیفہ کے متعلق استفتا کے جواب میں لکھا ہے فرماتے ہیں" اور اس طرح کے وظیفہ سے پرہیز ضروری ہے، پہلی یہ کہ یہ وظیفہ لفظ (شیئاً للہ) پر مشتمل ہے، بعض فقہاء نے اس جیسے لفظ کہنے والے کے کفر کا فتویٰ دیا ہے، دوسری بات یہ کہ یہ وظیفہ مُردوں کو دور سے پکارنے پر مشتمل ہے اور شریعت سے یہ ثابت نہیں کہ اولیاء اللہ کو دور سے پکار سننے کی قدرت حاصل ہے، شریعت سے صرف یہ ثابت ہے کہ جو ان کی قبروں کے پاس جائے اور سلام کرے اس کو سنتے ہیں، جو شخص غیر اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھے، اور کھلے چھپے کو ہر وقت اور ہر آن جاننے کا عقیدہ رکھے وہ شرک کا مرتکب ہوا، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رح اگرچہ امت محمدیہ کے بڑے بزرگوں میں سے ہیں اور ان کے فضائل و کمالات گنتی و شمار سے باہر ہیں تاہم یہ ثابت نہیں کہ وہ دور سے فریاد و دہائی سننے اور فریادیوں کی فریادرسی کرنے پر قادر ہیں، اور یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ اپنے مریدوں کے حالات کو ہر وقت جانتے تھے اور ان کی پکار کو سنتے تھے، مشرکانہ عقائد میں سے ہے۔" (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی لکھنوی ج ۱ ص ۲۴۶)

بعض علماء نے کچھ شرائط اور تاویلات کے ساتھ اس کو جائز قرار دیا ہے، اس عقیدہ کا اپنانے والا جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو سمجھتا ہو اور اس سے مقصود صرف شیخ کی روحانیت سے استفادہ ہو، شریعت اسلامی نے تو بہت سے ان ذرائع تک سے روکنے کا اہتمام کیا ہے جو شرک سے

حاشیہ گذشتہ کا ۔

بہت کم درجہ کے ہیں لیکن موجب فساد ہیں، تو عقیدہ کے بگاڑ کو شریعت کیونکر گوارہ کرے گی، شرک میں مبتلا ہونا کیوں کر منظور ہوگا کہ اس سے بڑا کوئی بگاڑ نہیں، حیرت ہے آخر کس بات نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا، جب کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت قریب بلکہ قریب تر سے بھی زیادہ قریب ہے، اور تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

" وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ "

دوسری جگہ فرماتا ہے۔

" أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ "

خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی وصیت میں موجود ہے (جو انہوں نے اپنے صاحبزادہ شیخ عبدالوہاب کو کی ہے) "اپنی تمام ضروریات کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرو اور اسی سے اس کو طلب کرو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ مت کرو اور اس کے سوا کسی اور کا سہارا نہ لو اور توحید کو دانتوں سے پکڑ لو" (مجالس الفتح الربانی، ص ۶۶۵) فتوح الغیب اور فتح الربانی میں مذکور ان کے ملفوظات و تقریریں اس طرح کی وصیتوں اور غیر اللہ سے اعانت وطلب کرنے پر تنبیہ و عتاب سے بھری ہوئی ہیں جیسا کہ بعض عبارتوں میں گذر چکا ہے، اس سلسلہ میں عارف باللہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور شیخ جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے نام سے مشہور ہیں، اور تیرہویں صدی ہجری کے تربیت روحانی اور دعوت وارشاد کے ائمہ میں سے ہیں اور ان کی ولایت و جلالت شان متفق علیہ ہے ان کے ملفوظات کی یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کہا تو ایک غیبی آواز مجھے سنائی دی، وہ میرے کانوں سے اس طرح ٹکرا رہی تھی کہ مجھے اس میں شک نہیں کوئی کہہ رہا ہے، "یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ شَيْئًا لِلَّهِ" گو یہ واقعہ ان کے ابتدائے عہد کا ہے، (دُرّ المعارف، ص ۵۴)

- - - - - -

نہ کہا چاہئے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبد القادر کے واسطے تو بجا ہے[1]
غرض کہ ایسا لفظ منہ سے نہ بولے کہ جس سے کچھ بو شرک کی یا بے ادبی کی آوے کہ اس کی
بہت بڑی شان ہے اور وہ بڑا بے پروا بادشاہ ہے، ایک نکتہ میں پکڑ لینا اور ایک نکتہ
میں نواز دینا اسی کا کام ہے اور یہ بات محض بیجا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور
اس سے کچھ اور معنی مرادی لے کہ معمہ اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں کچھ اللہ کی جناب میں
ضرور نہیں کوئی شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا، اور جگت نہیں بولتا
اس کام کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور نہ بادشاہ،

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ	مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عمرؓ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ	نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ تمہارے
اَسْمَائِکُمْ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ	سب ناموں میں اچھا نام عبد اللہ
وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ	و عبد الرحمٰن ہے۔

ف :- یعنی عبد اللہ کے معنی بندہ اللہ کا، اور عبد الرحمٰن کے معنی بندہ رحمٰن کا، سو
اسی میں داخل ہے، عبد القدوس، عبد الجلیل، عبد الخالق، خدا بخش، اللہ دیا، اللہ داد، غرض
جس نام میں اللہ کی طرف نسبت نکلے خصوصاً اللہ کے ویسے نام کا ذکر ہو کہ اور کسی کو نہیں بولتے،[2]

---

[1] یہاں لوگوں کے نزدیک ہے جو انبیاء کرام اور صلحائے امت کا وسیلہ درست جانتے ہیں۔

[2] مؤلف کتاب نے یہاں کچھ ہندوستانی ناموں کا تذکرہ کیا ہے جن کا عربی میں ترجمہ کر دیا گیا، اس کا
مقصود وہ نام ہیں جو اللہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں خصوصاً اسمائے حسنیٰ جن کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا۔

أَخْرَجَ أَبُودَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ	مشکوۃ کے باب الاسامی میں لکھا
عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ	ہے کہ ابوداؤد اور نسائی نے ذکر کیا
أَبِيهِ أَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ إِلَى	کہ شریح نے نقل کیا اپنے باپ سے کہ
رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	وہ جب آیا پیغمبر خدا کے پاس
وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ	اپنی قوم کے ساتھ، تو حضرت نے سنا
سَمِعَهُمْ يَكْنُونَهُ بِأَبِي الْحَكَمِ	ان لوگوں کو کہ کہتے ہیں اس کو ابو الحکم
فَدَعَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى	یعنی اصل قضیہ چکا دینے والا، پھر
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ	فرمایا اس کو پیغمبر خدا نے کہ بے شک
إِنَّ اللهَ هُوَ الْحَكَمُ	اللہ ہی ہے اصل قضیہ چکانے والا،
وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكْنَى	اور اس کا ہے حکم، پھر تجھ کو کیوں
أَبَا الْحَكَمِ	کہتے ہیں ابو الحکم،

ف:- یعنی یہ بات کہ ہر قضیہ چکا دے اور ہر جھگڑا مٹا دے، یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ آخرت میں ظہور کرے گی کہ پہلے پچھلے دین و دنیا کے جھگڑے سب صاف ہو جاویں گے اس بات کی کسی مخلوق کو طاقت نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اور اس میں وہ پایا جاتا ہے اور کسی کو نہ کہے، جیسے بادشاہوں کا بادشاہ مالک سارے جہاں کا خداوند جو چاہے کر ڈالے معبود بڑا داتا بے پروا علی ہذا القیاس[1]۔

---

[1] اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے القاب کے سلسلہ میں تاریخ نے بہت سے شعراء، درباریوں، خوشامدیوں، اور منافقوں کی حد سے بڑھی ہوئی ایسی مبالغہ آرائیوں کا تذکرہ کیا ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حاشیہ گذشتہ کا:-

جو شریعت میں ممنوع و حرام ہیں اور جسے ذوقِ سلیم ابا کرتا ہے بعض اوقات خود ان بادشاہوں نے اپنے ایسے القاب رکھے ہیں جو ان کی کم علمی اور خدا کے سامنے ڈھٹائی اور فانی حکومت اور ختم ہو جانے والے قوت و اقتدار پر غرور و گھمنڈ پر دلالت کرتے ہیں، تاریخ نے عضد الدولہ فنا خسرو بن رکن الدولہ بن بویہ دیلمی متوفی ۳۷۲ھ کا ایک شعر نقل کیا ہے جو اس بے ادبی اور غلط روی کی بہتر مثال ہے وہ کہتا ہے۔

أنا عضد الدولة وابن ركنها　　ملك الأملاك غلاب القدر

میں عضد الدولہ بن رکن الدولہ شاہنشاہ عالم اور تقدیر پر فتح پانے والا ہوں

اسی طرح سے تاریخ نے غالی محبین و معتقدین کے اپنے شیوخ اولیاء اللہ اور صلحائے امت کے بارے میں جو نہایت غلط و ناپسندیدہ تعبیریں نقل کی ہیں اس کو بھی بیان کیا ہے، اور امت مسلمہ کے غیور علمائے دین برابر ان خوش آمدیوں پر نکیر کرتے رہے ہیں، اس سلسلہ کا ایک دلچسپ واقعہ مؤرخین نے شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام کا ذکر کیا ہے، جب بغداد کے خلیفہ الملک الصالح کا انتقال ہوا تو بادشاہ نے ایک مجلس تعزیت قائم کی جس میں اعیان و اکابر علماء اور شعراء کو جمع کیا، ایک شاعر نے خلیفہ کے مرثیہ میں یہ شعر کہا۔

مات من كان بعض اجناده الموت

ومن كان يخشاه القضاء

وہ شخص انتقال کر گیا جس کے لشکریوں میں خود موت بھی شامل تھی وہ شخص وفات پا گیا جس سے خود قضا خائف رہتی تھی،

شیخ عز الدین بن عبد السلام نے اس شعر پر سخت نکیر کی اور اس کی سزا و قید کا حکم دیا، سزا کے بعد عرصہ تک قید میں رہا، حکام و امراء کی سفارش سے اس کی توبہ قبول کی گئی اور اس کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد میں ایک قصیدہ لکھے جو قضا و قدر سے کھلواڑ کرنے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

أَخْرَجَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ	مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا
عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ	ہے کہ شرح السنہ میں ذکر کیا کہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	نقل کیا حذیفہ رضؓ نے کہ پیغمبر خدا
لَا تَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ	نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو جو چاہے
مُحَمَّدٌ قُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ	اللہ اور محمد اور بولا کرو جو چاہے اللہ
وَحْدَهٗ۔	فقط ،

ف :۔ یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے خواہ کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب ، مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جاوے گا کہ سارا کاروبار جہان کا، اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی ، یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے ، کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر ، اور اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے یا فلانی بات میں اللہ و رسول کا یوں حکم ہے ، کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا دی ہیں اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کر دیا ،

(بقیہ حاشیہ گذشتہ کا) کا کفارہ بن جائے ،

الابداع فی مضار الابتداع

للشیخ علی محفوظ (ص ۱۲۵)

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ،

مشکوۃ کے باب الایمان والنذور میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عمرؓ نے کہ سنا میں نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے کہ جس نے قسم کھائی غیر اللہ کی، سو بے شک شرک کیا۔

أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوا ابا الطَّوَاغِيتِ وَلَا بِآبَائِكُمْ،

مشکوۃ کے باب الایمان والنذور میں کہا کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا عبد الرحمنؓ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نہ قسم کھایا کرو جھوٹے معبودوں کی اور نہ باپ دادوں کی،

أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَنْهٰكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ،

مشکوۃ کے باب الایمان والنذور میں لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ ابن عمرؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اللہ منع کرتا ہے تم کو باپ دادوں کی قسم کھانے سے جس کو قسم کھانا ہو سو اللہ ہی کی قسم کھاوے یا چپ رہے۔

أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

مشکوۃ کے باب الایمان والنذور میں لکھا ہے کہ بخاری اور مسلم نے ذکر کیا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،

کہ ابوہریرہؓ نے نقل کیا پیغمبر خدا سے کہ فرمایا جو کوئی قسم کھایا چاہے پھر قسم کھا بیٹھے لات و عزیٰ کی تو چاہیے پھر کہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ف:۔ یعنی عرب کے لوگ کفر کی حالت میں بتوں کی قسم کھاتے تھے سو جن مسلمانوں کے منہ سے اس عادت کے موافق قسم نکل جاوے تو پھر لا الٰہ الا اللہ کہہ لیویں، ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاوے اور اگر منہ سے نکل جاوے تو توبہ کیجئے اور جس کی قسم کھانے کا مشرکوں میں دستور ہے اس کی قسم کھانے سے ایمان میں خلل آتا ہے،

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاكٍ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

مشکوٰۃ کے باب الایمان والنذور میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ ثابت نے نقل کیا کہ ایک شخص نے منت مانی پیغمبر خدا کے وقت میں کہ ذبح کرے اونٹ ایک مقام میں کہ اس کا نام بوانہ تھا پھر آیا پیغمبر خدا کے پاس اور خبر دی ان کو، سو فرمایا پیغمبر خدا نے کہ کیا تھا اس میں کوئی تھان کفر کے وقت کا کہ پوجتے ہیں لوگ کہا کہ نہیں پھر پوچھا کہ وہاں کوئی تہوار ہوتا تھا ان کا لوگوں نے کہا کہ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ	نہیں فرمایا کہ تو پوری کر منت اپنی
فَاِنَّهُ لَاوَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ	کیونکہ نہ پوری کیا چاہئے ایسی منت
مَعْصِیَةِ اللّٰهِ ۔	کہ کچھ اس میں اللہ کا گناہ ہو۔

ف :- یعنی اللہ کے سوا کسی کی منّت ماننی گناہ ہے سو ایسی منّت کو پوری نہ کرنا چاہئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور تو اللہ کے سوا کسی اور کی منّت نہ مانئے اور جو مانی ہو تو پورا نہ کیجئے کیونکہ یہ بات خود گناہ ہے پھر اس پر ہٹ کرنا اور زیادہ گناہ، ور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ کے سوائے اور کسی کے نام پر جانور چڑھاتے ہوں یا پوجا کرتے ہوں یا اور کسی طرح کا وہاں جمع ہو کر شرک کرتے ہوں، تو اللہ کے نام کا بھی جانور نہ لے جائے اور کسی طرح ان میں نہ شریک ہو جیسے نہ اچھی نیت سے نہ بری نیت سے کہ ان سے مشابہت کرنی خود بری بات ہے۔

اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ عَائِشَةَ	مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ	لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ	کہ بی بی عائشہؓ نے ذکر کیا کہ پیغمبر خدا
نَفَرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ	صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار
فَجَاءَ بَعِیْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ فَقَالَ	میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر
اَصْحَابُهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ	اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ
تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ	علیہ وسلم کو، سو ان کے اصحاب کہنے
وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ	لگے کہ اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ
اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اُعْبُدُوْا	کرتے ہیں جانور اور درخت، سو ہم
رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا	کو ضرور چاہئے کہ تم کو سجدہ کریں،

اَخَاکُمْ۔ سوفرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی[1]

---

[1] علامہ علی بن سلطان محمد ہروی مکیؒ جو ملا علی قاری کے نام سے مشہور ہیں، مشکوٰۃ المصابیح کی شرح مرقاۃ المفاتیح میں حضورؐ کے قول اَکْرِمُوا اَخَاکُمْ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ایسی تعظیم کرو جو قلبی محبت اور ایسے اکرام کی آئینہ دار ہو جو آپ کی ظاہری اور باطنی اطاعت پر مشتمل ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے،

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ۔

اور اس آیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

"مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ"

رہا اونٹ کا سجدہ تو یہ ایک خرق عادت بات ہے جو اللہ کے حکم اور مسخر کر دینے سے پیش آئی، اونٹ کے فعل میں حضورؐ کا کوئی دخل نہیں تھا، اونٹ حکم خداوندی کے سامنے مجبور تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے سجدہ کا حکم دیا تھا، واللہ اعلم۔

طیبیؒ فرماتے ہیں اس کی عزت و تکریم کرو جو تمہاری ہی طرح انسان ہے اور آدمؑ ہی کی اولاد ہے اس کی عزت اس بنا پر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت بخشی اور رسول بنایا ان کی طرف وحی فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ"

مولانا عبدالحق محدث دہلوی (ج ۶ ص ۲۷۷) مشکوٰۃ کے حاشیہ اللمعات میں فرماتے ہیں، آپؐ تواضعاً اور دوسروں کو یہ بتلانے کے لیے کہ سجدہ اور عبادت کے بارے میں لوگوں ہی کی طرح آپ بھی ایک انسان ہیں آپ کے لیے سجدہ یا آپ کی عبادت نہیں کی جاسکتی۔

ف :- یعنی انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء وانبیا، امام و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی[1]، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے نہ خدا کی سی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں کو بعضے درخت اور بعضے جانور مانتے ہیں چنانچہ بعضے درگاہوں پر شیر حاضر ہوتے ہیں اور بعضے پر ہاتھی اور بعضے پر بھیڑیئے[2]، مگر آدمی کو اس کی کچھ سند نہ پکڑنی چاہئے بلکہ آدمی ویسی ہی تعظیم کرے کہ اللہ نے بتلائی ہو اور شرع میں جائز ہو مثلاً قبروں پر مجاور بننا شرع میں نہیں بتایا سو ہرگز نہ بنے اور کسی کی قبر پر کوئی شیر رات دن بیٹھا رہتا ہو تو اس کی سند نہ پکڑے کہ آدمی کو جانور کی ریس نہ کرنی چاہئے۔

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ قَیْسِ بْنِ	مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء
سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ	میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ
فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ	قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک
لَھُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ	شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ	میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ
اَنْ یُّسْجَدَ لَہٗ فَاَتَیْتُ	کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ

---

[1] حقیقت اور مخلوق ہونے میں رب ایک، باپ ایک، تم میں ہر فرد آدمؑ سے بنا ہے اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے

[2] اس کا راز اور اس کی حکمت خدا ہی کے علم میں ہے،

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَةَ فَرَاَیْتُهُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِیْ اَرَاَیْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا۔

کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو، سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو تو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو،

ف :- یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار، پھر مر کر خدا نہیں بن گیا ہے، بندہ ہی بندہ ہے،

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ كُلُّكُمْ عَبِیْدُ اللّٰهِ وَكُلُّ

مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ ابوہریرہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے یوں نہ بولے کہ میرا بندہ اور میری بندی[1] تم سب اللہ

---

[1] فارسی اور ہندی ادب و شاعری میں یہ تعبیریں عام ہیں، مثلاً شاہد پرست، پیر پرست، حسن پرست، کافر عشق وغیرہ

نِسَاءُكُمْ إِمَاءُ اللّٰهِ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهٖ مَوْلَايَ فَإِنَّ مَوْلَاكُمُ اللّٰهُ،

کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں سب اللہ کی بندی ہیں اور غلام بھی اپنے میاں کو یوں نہ کہے کہ میرا مالک کیونکہ تم سب کا مالک اللہ ہے۔

ف :- یعنی میاں اپنے غلام ولونڈی کو اپنا بندہ اور بندی نہ کہے اور غلام اپنے میاں کو اپنا مالک نہ کہے کیونکہ مالک اللہ ہے اور باقی سب اسی کے بندے ہیں، نہ ایک دوسرے کا بندہ ہے نہ اس کا مالک، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کسی کا حقیقت میں غلام ہی ہے سو وہ بھی آپس میں یہ گفتگو نہ کریں کہ یہ اس کا بندہ ہے اور وہ اس کا مالک پھر جھوٹ موٹ کا بندہ بننا اور عبدالنبی اور بندہ علی اور بندہ حضور اور پرستار خاص اور امرو پرست اور آشنا پرست اور پیر پرست اپنے تئیں کہلوانا اور ہر کسی کو خداوند خدائیگان داتا کہہ بیٹھنا تو محض بیجا ہے اور نہایت بے ادبی، اور ذرا سی بات میں کہنا کہ تم ہماری جان ومال کے مالک ہو، ہم تمہارے بس میں ہیں جو چاہو کرو، محض جھوٹ اور شرک کی بات ہے۔

اَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔

مشکوۃ کے باب المفاخر میں لکھا ہے کہ بخاری ومسلم نے ذکر کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو حد سے مت بڑھاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم کو نصاریٰ نے حد سے بڑھا دیا، سو میں تو اس کا بندہ ہی ہوں سو یہی کہو کہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول،

ف :- یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں سو بیان کر دو وہ سب، رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں کیونکہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے نیچے ہیں مگر آدمی رسول ہو کر بھی آدمی ہی رہتا ہے اور بندہ ہونا ہی اس کا فخر ہے، کچھ اس میں خدائی کی شان نہیں آجاتی اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا[1] سو یہ بات کسی بندہ کے حق میں نہ کہا چاہئے کہ نصاریٰ ایسی ہی باتیں حضرت عیسیٰ کے حق میں کہہ کر کافر ہو گئے اور اللہ کی درگاہ سے راندے گئے سو اسی لیے پیغمبر خدا نے اپنی امت کو فرمایا کہ تم نصاریٰ کی چال مت چلو اور اپنے پیغمبر کی تعریف میں حد سے مت بڑھو کہ نصاریٰ کی طرح کہیں مردود نہ ہو جاؤ، لیکن افسوس کہ ان کی امت کے بے ادب لوگوں نے ان کا حکم نہ مانا اور آخر نصاریٰ کی سی باتیں کہنے لگے، کیونکہ نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰؑ کو یہی کہتے تھے کہ اللہ ان کے بھیس میں ظاہر ہوا اور وہ ایک طرح سے انسان ہیں اور ایک طرح سے خدا، سو بعینہٖ یہی بات بعضوں نے حضرت کی شان میں کہہ ڈالی، چنانچہ کسی نے یوں کہا ہے ؎

فی الجملہ ہمیں بود کہ می آمد و می رفت
ہر قرن کہ دیدی درعاقبت آں شکل عرب وار بر آمد
دارای جہاں شد

اور کسی نے یوں کہا ؎

تقدیر بیک ناقہ نشانبر و محمل
سلمای حدوث[2] تو ولیلائے قدم را

---

[1] جیسے شکر پانی میں مل جاتا ہے، یہ نصاریٰ کے بعض فرقوں کا عقیدہ ہے۔

[2] سلمی الحدوث سے مراد حضورؐ ہیں اور لیلی القدم سے مراد ذات باری ہے۔

تا مجمع امکان را وجوبت نہ نوشتند
مورد متعین نشد اطلاق اعم را

بلکہ بعضے جھوٹے دغابازوں نے اس بات کو خود پیغمبر خدا کی طرف نسبت کیا ہے کہ انہوں نے خود فرمایا ہے "انا احمد بلا میم" اور اسی طرح ایک بڑی سی عبارت عربی بنا کر اور اس میں ایسی ایسی خرافاتیں جمع کرکے اس کا نام خطبۃ الافتخار رکھا ہے اور اس کو حضرت علیؓ کی طرف نسبت کیا ہے، "سبحانک ھذا بھتان عظیم" اللہ سارے جھوٹوں کا منہ کالا کرے اور جس طرح نصاریٰ کہتے ہیں کہ سارے کاروبار اس جہان کے اور اُس جہان کے حضرت عیسیٰ کے اختیار میں ہیں اور جو کوئی ان کو مانے اور ان کی التجا کرے اس کو بندگی کی کچھ حاجت نہیں اور کچھ گناہ اس کو خلل نہیں کرتا، اور کچھ حرام وحلال کا اس کے حق میں امتیاز کرنا ضرور نہیں، وہ خدا کا سانڈھ بن جاتا ہے جو چاہے سو کرے، حضرت عیسیٰؑ آخرت میں اس کو شفاعت سے بچالیں گے، سو اسی طرح کا عقیدہ جاہل مسلمانوں کو حضرت پیغمبر کی جناب میں ہے بلکہ ان سے اتر کر اماموں کی اور اولیاء کی بلکہ ہر مشائخ کی جناب میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں، اللہ ہدایت کرے۔

اخرج ابوداود عن مطرف	مشکوۃ کے باب المفاخرۃ میں
بن عبد اللہ بن الشخیر	لکھا ہے کہ ابوداود نے ذکر کیا کہ مطرف
قال انطلقت فی وفد بنی	نے نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر
عامر الی رسول اللہ صلی	کے ایلچیوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے
اللہ علیہ وسلم فقلنا انت سیدنا	پاس، پھر کہا ہم نے کہ تم سردار ہو
فقال السید اللہ فقلنا	ہمارے سو فرمایا کہ سردار تو اللہ ہے
وافضلنا فضلا واعظمنا طولا	پھر کہا ہم نے کہ بڑے ہمارے ہو

فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَكُمْ اَوْ | بزرگی میں اور بڑے سخی ہو، سو فرمایا
بَعْضَ قَوْلِكُمْ فَلَا | کہ خیر اس طرح کا کلام کہو اس سے بھی
يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۔ | تھوڑا کلام کرو اور تم کو کہیں بے ادب
| نہ کردے شیطان ۔

ف :۔ یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، سو اس میں بھی اختصار ہی کرو، اور اس میدان میں منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو کہ کہیں اللہ کی جناب میں بے ادبی نہ ہو جائے اب سُننا چاہیئے کہ سردار کے لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود مالک مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو خود آپ جو چاہے سو کرے، جیسے ظاہر میں بادشاہ، سو یہ بات اللہ ہی کی شان ہے، ان معنوں کر اس کے سوائے کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ رعیتی ہی ہو مگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل حاکم کا حکم اول اس پر آئے اور اس کی زبانی اوروں کو پہنچے جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار، سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا، اور ہر مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا، کہ یہ بڑے لوگ اول کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھلاتے ہیں سو اسی طرح سے ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ سیکھنے میں ان کے محتاج ہیں، ان معنوں کر ان کو سارے جہان کا سردار کہنا کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ ضرور یوں ہی جاننا چاہیئے اور ان پہلے معنوں سے ایک چیونٹی کا بھی سردار ان کو نہ جانئے، کیونکہ وہ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف نہیں کر سکتے ۔

أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ
عَائِشَةَ أَنَّهَا اشْتَرَتْ
نُمْرُقَةً فِيهَا
تَصَاوِيرُ فَلَمَّا رَآهَا
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ
فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِي
وَجْهِهِ الْكَرَاهَةَ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ
وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ
فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هٰذِهِ
النُّمْرُقَةِ قَالَتْ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا
لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا
فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ
يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ
يُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ
وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي
فِيهِ الصُّورَةُ لَا تَدْخُلُهُ
الْمَلٰئِكَةُ۔

مشکوۃ کے باب التصاویر میں
لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ بی بی
عائشہؓ نے نقل کیا کہ انہوں نے خریدا
ایک غلیچہ کہ اس میں تصویریں
تھیں، پھر جب اس کو دیکھا پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے، دروازہ پر کھڑے
ہو گئے اور اندر نہ گئے، سو پہچانی میں نے
ان کے چہرے پر ناخوشی کہا میں نے
یا رسول اللہ میں توبہ کرتی ہوں اللہ اور
اللہ کے رسول کے روبرو کیا گناہ
کیا میں نے، سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ
کیسا ہے یہ غالیچہ، کہا میں نے کہ تمہارے
لیے خریدا ہے میں نے کہ اس پر بیٹھو اور
اس کا تکیہ بناؤ سو پیغمبر خدا نے فرمایا
کہ ان تصویروں والے قیامت کے
دن عذاب میں پھنسیں گے اور کہا
جائے گا ان کو کہ جان ڈالو اس چیز
میں کہ بنائی تم نے اور فرمایا کہ جس
گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے
نہیں آتے۔

ف :- یعنی اکثر مشرک مورتوں کو پوجتے ہیں سو اس لیے فرشتوں کو تصویروں سے گھن آجاتی ہے اور پیغمبروں کو بھی ان سے نفرت ہے اور ان کے بنانے والوں پر عذاب ہوگا کہ بت پرستی کا سامان اکٹھا کرتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے جاہل لوگ پیغمبر کی یا اماموں کی یا اولیاؤں کی یا اپنے پیروں کی تصویروں کی تعظیم کرتے اور اپنے پاس برکت کے لیے رکھتے ہیں سو محض گمراہ ہیں اور شرک میں ڈوبے ہوئے اور پیغمبر اور فرشتے ان سے بیزار ہیں بلکہ سب تصویروں کو ناپاک سمجھ کر گھر سے دور کیجیے کہ پیغمبر بھی خوش ہوں اور فرشتے بھی اس گھر میں آویں اور ان کے قدم سے گھر میں برکت پھیل جائے۔

اَخْرَجَ الْبَیْهَقِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِیًّا اَوْ قَتَلَهٗ نَبِیٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ وَالِدَیْهِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَعَالِمٌ لَمْ یَنْتَفِعْ بِعِلْمِهٖ۔	مشکوٰۃ کے باب التصاویر میں لکھا ہے کہ بیہقی نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن عباس نے نقل کیا کہ سنا میں نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے کہ سب لوگوں سے بڑا عذاب قیامت کے دن اس شخص کو ہے کہ اس نے کسی نبی کو مارا یا اس کو کسی نبی نے مارا یا اس نے کسی اپنے ماں باپ کو مارا اور تصویر بنانے والوں کو اور اس عالم کو کہ اس کو اس کے علم سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔

ف :- یعنی تصویر بنانے والا بھی ان بڑے بڑے گنہگاروں میں داخل ہے، یہاں سے تصویر بنانے کا گناہ سمجھا چاہیے کہ یزید و شمر نے تو پیغمبر کو نہیں مارا بلکہ پیغمبر کے

نواسے کو اور امام وقت کو کہ پیغمبر کا نائب تھا اور تصویر بنانے والے کو خود پیغمبر کے قاتل کا سا گناہ ہے تو وہ یزید اور شمر سے بھی بدتر ہے۔

اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ یَخْلُقُ کَخَلْقِیْ فَلْیَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِیَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْ شَعِیْرَةً ۔	مشکوٰۃ کے باب التصاویر میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ ابوہریرہ رضی نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا سے سنا ہے کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کون زیادہ بے ادب ہوگا اس شخص سے کہ ارادہ کرے کہ پیدا کرے جیسے میں پیدا کرتا ہوں سو بھلا ایک ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جو تو پیدا کرلیں ۔

ف :۔ یعنی تصویر بنانے والا پردے میں خدائی کا دعویٰ کرتا ہے ، کہ جو چیزیں اللہ نے بنائی ہیں اس کی مثل بنانے کا ارادہ کرتا ہے سو بڑا بے ادب ہے اور یہ اس کا صریح جھوٹ ہے کیونکہ ایک دانہ کے بنانے کا بھی مقدور نہیں محض نقل کاڑھتا ہے

اَخْرَجَ رَزِیْنٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اُرِیْدُ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ اَنْزَلَنِیْهَا اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ	مشکوٰۃ کے باب المفاخرت میں لکھا ہے کہ رزین نے ذکر کیا کہ انس رضی نے نقل کیا کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ بے شک میں نہیں چاہتا کہ بڑھا دو تم مجھ کو زیادہ اس مرتبے سے کہ اللہ نے بخشا ہے مجھ کو تو میں وہی محمد ہوں

وَرَسُوْلُهٗ ٥ بیٹا عبداللہ کا کہ اللہ کا بندہ ہی ہوں اور اس کا رسول۔

ف :- یعنی جیسے اور سردار اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں سو پیغمبر اُن سے نہ تھے کیونکہ اور سرداروں کو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کچھ کام نہیں ہوتا خواہ درست ہو رہے خواہ بگڑ جائے اور پیغمبر خدا اپنی امت کے بڑے مربی شفیق تھے اور ان پر بہت مہربان اور رات دن ان کو اپنی امت کے دین ہی درست کرنے کا فکر تھا[1]، سو جب انہوں نے معلوم کیا کہ میری امت کے لوگ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور بہت احسان مند، اور یہ دستور ہے کہ جب کسی کو کسی کی محبت ہوتی ہے تو اپنے محبوب کے خوش کرنے کو اس کی تعریف میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں اور جو کوئی پیغمبروں کی تعریف میں حد سے بڑھے گا تو خدا ہی کی بے ادبی کرے گا اور اس سے اس کا دین بالکل برباد ہو جائے گا اور پیغمبر کا اصل دشمن بن جاوے گا سو اسی لیے فرمایا کہ مجھ کو مبالغہ خوش نہیں آتا، سو میرا نام محمدؐ ہے، نہ اللہ نہ خالق نہ رزاق اور سب آدمیوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں، اور بندہ ہی ہونا میرا ظاہر، مگر اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل، سو ان کو اللہ کا دین مجھ سے سیکھنا چاہیے، سو اے مالک ہمارے اپنے ایسے پیغمبر رحیم و کریم پر ہزاروں درود و سلام بھیج اور انہوں نے جیسا ہم سے جاہلوں کو دین کے سکھانے میں حد سے زیادہ کوشش کی سو تو ہی اس کوشش کی قدر دانی کر کہ ہم تو ایک عاجز بندے ہیں محض بے مقدور سو جیسا تو نے اپنے فضل سے

---

[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :- لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۔ (کہف)

ہم کو شرک و توحید کے معنی خوب سمجھائے اور لا الٰہ الا اللہ کا مضمون خوب تعلیم کیا اور مشرک لوگوں میں سے نکال کر موحّد پاک مسلمان بنایا اسی طرح اپنے فضل سے بدعت وسنت کے معنی خوب سمجھا اور محمد رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کرا اور بدعتی بدمذہبوں میں سے نکال کر سنّی پاک مُتّبع سنت کا کر۔ آمین یارب العالمین،

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔